SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Wednesday, February 25, 2004

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at twenty one minutes past three in the evening with Mr. Chairman (Mr. Mohammedmian Soomro) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا یھاالذین امنوا لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا و تسلموا علیٰ اھلھا۔ ذلکم خیر لکم لعلکم تذکرون۔

ترجمہ: مومنو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے (لوگوں کے) گھروں میں گھر والوں سے اجازت لئے اور ان کو سلام کئے بغیر داخل نہ ہوا کرو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے (اور ہم یہ نصیحت اس لئے کرتے ہیں کہ) شاید تم یاد رکھو۔

(سورۃ النور: آیت ۲۷)

جناب چیئرمین: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

POINT OF ORDER: HOUSE IS NOT IN QUORUM

Senator Muhammad Azam Khan Swati: Mr. Chairman, the

time of the House is not being observed properly and the House is not in quorum.

Mr. Chairman: The bells may be rung.

(اس موقع پر گھنٹیاں بجائی گئیں)

سینیٹر وسیم سجاد (قائد ایوان): میرا خیال ہے کہ ہاؤس in quorum ہے۔ جناب والا! میں ایک تجویز پیش کرتا ہوں کہ اگر پہلے سے طے شدہ time ہی رکھا گیا تو میرا خیال ہے کہ ہمارے بہت سارے speakers جو بولنا چاہتے ہیں، وہ بول نہیں سکیں گے کیونکہ آپ نے جو time fix کیا تھا کہ فلاں تاریخ تک اس بحث کو ختم کرنا ہے، یہ بحث ختم نہیں ہو سکے گی اور اس سے بہت ساری مشکلات پیدا ہوں گی۔ اس لئے میری گزارش ہے کہ اگر آپ Rule 202 کے تحت حکم فرمائیں تو ان speeches کا وقت تھوڑا سا کم کر دیا جائے۔ پانچ پانچ منٹ کا وقت کم کر دیا جائے۔ اگر leaders کو 30 منٹ کا وقت دیا گیا ہے تو ان کا وقت 25 منٹ کر دیا جائے۔ باقی ممبران کے 15 منٹ کی بجائے 10 منٹ کر دیے جائیں۔ اس طرح سب کو بات کرنے کا موقع مل جائے گا۔ اس لئے میں گزارش کروں گا کہ اس وقت کو تھوڑا سا کم کر دیا جائے تا کہ تمام ممبران جو اظہار خیال کرنا چاہیں، انہیں وقت مل سکے۔

سینیٹر پروفیسر غفور احمد : جناب والا! time کم نہ کیا جائے بلکہ working days کو بڑھایا جائے۔ ہم ایک ہفتہ میں تین دن کام کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ working days 7 ہیں۔ بجائے وقت کم کرنے کے اسے بڑھایا جائے اور جو آپ کے پاس working days ہیں ان میں اجلاس کے دنوں کو بڑھایا جائے۔

Scnotar Muhammad Ishaq Dar: Mr. Chairman, I support Professor Ghafoor Sahib what he said.

اس کی وجہ یہ ہے کہ it will be discrimination between the people who have already spoken and the people who would like to speak in furture. آپ دن بڑھا لیں، time بڑھا لیں۔ It is unfair کہ باقی کو اتنا وقت نہ ملے۔ اس طریقے سے آپ کتنا

time بچا لیں گے؛ زیادہ سے زیادہ پانچ پانچ منٹ کم کرکے چار پانچ گھنٹے کا وقت بچا لیں گے۔
میرا خیال ہے کہ we should not reopen this subject and the time is agreed already, half an hour or fifteen minutes, we must restrict to it.

Mr. Chairman: For the moment we will leave it as it is and we may break for *Assar*, we will discuss it with the Parliamentary Leaders. We have done that in consultation before and we will do that again.

عفور صاحب کا point صحیح ہے and let us see what else we can do کہ time end میں بڑھانا ہے' sittings بڑھانی ہیں تو at the moment we will leave it, then عصر کے بعد we will meet the Parliamentary Leaders and see what needs to be done, thank you.

Senator Muhammad Ishaq Dar: Thank you sir.

FATEHA

Mr. Chairman: Condolence کے لئے-----

سینیٹر ڈاکٹر محمد علی بروہی: میری عرض یہ ہے کہ کراچی میں دو بچیوں کا بیدردانہ قتل ہوا ہے' اس سلسلے میں گزارش ہے کہ یہ بڑی شرمناک بات ہے' وہاں قانون کے رکھوالوں نے دو بچیوں کے ساتھ rape کیا ہے۔ ایک چار سالہ بچی سسی اور ہاجرہ۔ تو اس حوالے سے جناب چیئرمین! گزارش ہے کہ condolence کے حوالے سے دعا کرائی جائے۔

جناب چیئرمین: عفور صاحب! please دعا کرائیں۔

سینیٹر بابر خان غوری: اس کو سیاسی نہ بنایا جائے اور یہ بڑا المناک واقعہ ہے اور government نے فوری action لیا ہے۔ ان سب لوگوں کو arrest کیا گیا ہے' جو تھانیدار ہیں' سب arrest ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ خدا کے لئے یہ سیاست اپنی جگہ ہے' وہ بھی ہماری بچیاں تھیں اور غریب کی بچیاں ہیں' ان کو یہ feel نہ ہو کہ وہ لوگ بے آسرا ہیں' ان کو یہ feel

ہو کہ ہم سب ان کے درد میں شامل ہیں۔ میرا خیال ہے کہ دعا کر لی جائے۔

جناب چیئرمین: عفور صاحب! دعا کرائیں۔

(اس موقع پر فاتحہ پڑھی گئی)

LEAVE OF ABSENCE

Mr. Chairman: Leave applications

ڈاکٹر عبداللہ ریاڑ نے ملک سے باہر ہونے کی بناء پر آج مورخہ 25 فروری تا حالیہ مکمل اجلاس کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: محترمہ فوزیہ فخر الزمان خان نے ملک سے باہر ہونے کی وجہ سے جنوری کے آخر سے لے کر فروری کے آخر تک کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب الیاس احمد بلور ملک سے باہر جا رہے ہیں، اس لئے انہوں نے مورخہ یکم تا 10 مارچ کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب ایس ایم ظفر سارک کانفرنس میں شرکت کی وجہ سے مورخہ 18,16 اور 20 فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے، اس لئے انہوں نے ان تاریخوں کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: مولانا راحت حسین نے ذاتی مصروفیات کی بناء پر آج مورخہ 25 فروری کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے، کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: جناب محمد امین دادا بھائی علالت کے باعث مورخہ 16 تا 23 فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے ' اس لئے انہوں نے ان تاریخوں کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے' کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب چیئرمین: محترمہ زبیدہ جلال نے اطلاع دی ہے کہ وہ کوئٹہ میں سرکاری دورے پر ہیں' اس لئے مورخہ 25 اور 27 فروری کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گی۔

FURTHER DISCUSSION ON THE PRESIDENTIAL ADDRESS

Mr. Chairman: We may resume further discussion on the motion moved by Mr. Wasim Sajjad, Leader of the House on behalf of Minister Incharge of Parliamentary Affairs. Mrs. Abida Saif, please resume your seat.

سینیٹر پروفیسر غفور احمد: پاکستان کے اخبارات میں ایک بڑی تشویشناک خبر شائع ہوئی ہے کہ امریکہ کی حکومت اور آغا خان یونیورسٹی کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا ہے جس کی رو سے---

جناب چیئرمین: کس حکومت اور --------

سینیٹر پروفیسر غفور احمد: امریکی حکومت اور آغا خان یونیورسٹی کے درمیان یہ طے پایا ہے کہ پاکستان کے جو ۲۳ تعلیمی بورڈ ہیں ۔ آغا خان یونیورسٹی جو بورڈ بنائے گی وہ اس کے تحت دے دیئے جائیں گے اور ملک میں جو inter or matric کے امتحانات ہوتے ہیں وہ بھی وہ بورڈ لے گا۔ حکومت کی شراکت کے بغیر جو آغا خان یونیورسٹی بنائے گی اور اس کے لیے امریکی حکومت نے 450 لاکھ ڈالر کی امداد دی ہے ۔ اگر ایسا ہوگا تو پوری حکومت اس سے برطرف ہو جائے گی اور ہمارا پورا تعلیمی نظام آغا خان یونیورسٹی کے تحت آ جائے گا۔ میری گزارش ہے کہ حکومت اس کے متعلق وضاحت کرے کہ اس خبر کی کیا سچائی ہے۔

جناب چیئرمین: وزیر تعلیم کو یہ بتا دیں گے ۔ پوائنٹ آف آرڈر اس وقت ہم نہیں

لے رہے۔ He will check with the Minister when she came.

سینیٹر بابر خان غوری (وفاقی وزیر جہاز رانی): اس کی وضاحت بہت ضروری ہے۔ پاکستان کے لیے آغا خان کمیونٹی کی بہت خدمات ہیں۔ Education کے حوالے سے انہوں نے جو یونیورسٹی قائم کی ہے، میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کے عوام ان کے شکر گزار ہیں۔ وہ بھی پاکستانی ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ کوئی ایسا کام کر رہے ہیں، وہ health میں خدمت کر رہے ہیں، Education میں خدمت کر رہے ہیں، تو ہمیں ان کو target نہیں بنانا چاہیئے ۔ ان کا بورڈ کسی پاکستانی کالج سے الگ نہیں ہے ۔ ان کی کمیونٹی کے جو کالج ہیں ان کا ایک بورڈ بنایا گیا ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے کہ ہر الزام امریکہ پر لگا دیا جائے۔یا یہ سمجھا جائے کہ کوئی کارروائی ہو رہی ہے۔ کوئی investment ہو رہی ہے تو اس کی نیت خراب ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ positive thinking رکھنی چاہیئے، ایسی کوئی بات نہیں ہے میں سمجھتا ہوں کہ آغا خان کی بڑی خدمات ہیں۔ اس کمیونٹی کو خراج تحسین پیش کرنا چاہیئے اس سے پہلے بھی یہ بات یہاں ایوان میں لائی گئی۔ جب حبیب بنک کی خریداری کے اندر آغا خان نے بولی دی تو وہ بھی پاکستانی ہیں اور as foreign investor آغا خان بورڈ کا باہر کا کوئی آدمی invest کرنا چاہتا ہے ۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اگر وہ کویت سے آتا ہے یا سعودی عرب سے آتا ہے یا امریکہ سے آتا ہے ۔ اگر وہ پاکستان کے اندر investment کرنا چاہتا ہے۔

سینیٹر مسز عابدہ سیف (ایڈوکیٹ):

روشن کہیں بہار کے امکان ہوئے تو ہیں
گلشن میں چاک چند گریباں ہوئے تو ہیں
ٹھہری ہوئی ہے شب کی سیاہی وہیں مگر
کچھ کچھ سحر کے رنگ پر افشاں ہوئے تو ہیں۔

جناب چیئرمین! میں آپ کی شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا۔ میں صدر پاکستان جناب پرویز مشرف کو پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے خطاب کرنے پر دلی مبارک باد پیش کرتی ہوں۔ صدر پاکستان کا تاریخ ساز خطاب نہایت مدلل اور جامع تھا۔ اس

خطاب کے ساتھ ہی صدر پاکستان نے بحالی جمہوریت سے متعلق قوم سے کئے ہوئے تمام وعدے پورے کر دیئے اور جمہوریت کی بحالی کا عمل نہ صرف مکمل کر دیا بلکہ تمام آئینی تقاضے بھی پورے ہو چکے ہیں۔ اب جمہوری عمل اور جمہوری عمل کی تکمیل میں کوئی ابہام باقی نہیں رہا۔ جمہوریت کے مستحکم ہونے سے دوسرے اداروں کے ساتھ ساتھ پاکستان کی معیشت بھی مستحکم ہوگی۔ جناب چیئرمین! صدر پاکستان نے اپنی تقریر میں نہ صرف ملک کو درپیش مسائل کا ذکر کیا بلکہ ان کا حل اور آئندہ کا لائحہ عمل بھی بیان کیا اور ایسے رہنما اصول بیان کئے جن پر عمل کر کے ہم ایک اسلامی فلاحی ریاست قائم کر سکتے ہیں اور ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم صدر پاکستان کے بتائے ہوئے رہنما اصولوں پر عمل کریں اور جمہوریت اور جمہوری اداروں کے استحکام اور پاکستان کی عزت و وقار کے لئے بہتر انداز میں کام کریں۔

جناب چیئرمین! صدر پاکستان نے اپنی تقریر میں کہا کہ کشمیر کے مسئلے کو پر امن طریقے سے حل ہونا چاہیئے۔ متحدہ قومی موومنٹ کا بھی شروع سے یہی موقف ہے کہ کشمیر کا مسئلہ پرامن مذاکرات کے ذریعے حل ہونا چاہیئے اور ان مذاکرات میں کشمیری عوام کی شمولیت اور ان کی خواہشات کو بھی مدنظر رکھنا ہوگا۔ جناب چیئرمین! ہمیں فخر ہے کہ ہم ایک جوہری اور میزائیلی طاقت ہیں اور یہ جوہری طاقت ہم اپنے دفاع کے لئے استعمال کریں گے لیکن اس وقت ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ان حالات میں ہمیں کیا کرنا ہے کیونکہ جوہری طاقت بننے کے بعد پوری دنیا کی نظریں ہماری طرف لگی ہوئی ہیں۔ ہمارے پاس دو راستے ہیں' ایک محاذ آرائی کا اور دوسرا صلح جوئی اور تحمل مزاجی کا۔ پوری دنیا آج اس اصول پر کاربند ہے کہ پہلے اپنے ملکی مفادات اور اس کے بعد کچھ اور۔ میں سمجھتی ہوں کہ پاکستان کو تحمل مزاجی اور صلح جوئی کا راستہ اختیار کرنا چاہیئے اسوقت تک جب تک کہ ہمارا ملک ایک طاقت ور ملک نہ بن جائے اور یہی دانشمندی کا تقاضہ بھی ہے۔

جناب چیئرمین! کسی بھی ملک کی طاقت معیشت سے بندھی ہوتی ہے اور مضبوط معیشت کے لئے اندرونی استحکام کا ہونا نہایت ضروری ہے اور اندرونی استحکام کے لئے ضروری ہے کہ وفاق اور تمام صوبوں میں محبت، بھائی چارہ اور ہم آہنگی ہو اور وفاق کو چاہیئے کہ تمام چھوٹے صوبوں خصوصاً سندھ اور بلوچستان کے ساتھ ہونے والی تمام زیادتیاں اور محرومیاں دور

کرے اور تمام چھوٹے صوبوں کو اعتماد میں لے کر چلیں۔ میں یہاں پر یہ بھی کہنا چاہوں گی کہ جتنی جلد ممکن ہو سکے تمام چھوٹے صوبوں کو صوبائی خودمختاری دی جائے جو کہ وقت کی اہم ضرورت ہے اور میں امید کرتی ہوں کہ صدر پاکستان اس سلسلے میں یقیناً bold step لیں گے۔ جناب چیئرمین! یہاں میں اس بات کا ذکر کرنا بھی ضروری سمجھتی ہوں کہ صدر پاکستان کی تقریر کے دوران اپوزیشن کا رویہ نہایت ہی نا مناسب اور پارلیمانی آداب کے خلاف تھا۔اپوزیشن نے اپنے رویئے سے پارلیمنٹ کا تقدس پامال کیا جب کہ اپوزیشن میں انتہائی senior parliamentarian اور educated لوگ شامل ہیں لیکن ان کے رویوں کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوا کہ جیسے وہ میں نہ مانوں کی پالیسی اختیار کئے ہوئے ہیں لیکن اس کے باوجود صدر پاکستان نے نہایت صبروتحمل، ضبط اور برداشت سے اپنی تقریر مکمل کی اورجمہوری اقدار اورجمہوری روایات پرعمل کرکے یہ ثابت کیا کہ وہ جمہوری طرز عمل پر نہ صرف یقین رکھتے ہیں بلکہ واقعتاً وہ ملک میں جمہوریت کا فروغ بھی چاہتے ہیں۔

جناب چیئرمین! آج اپوزیشن آئین اورجمہوریت کا نعرہ لگا رہی ہے لیکن کل تک جب وہ حکومت میں تھے تو ان اداروں کو بھولے بیٹھے تھے اور ان پچھلی حکومتوں نے جو مظالم ڈھائے وہ کس آئین اورجمہوریت کا حصہ تھے؟

جناب چیئرمین! پاکستان کے عوام اور بالخصوص سندھ میں رہنے والے لوگ یہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ پچھلی حکومتوں نے متحدہ قومی موومنٹ کے معصوم اور بے گناہ کارکنوں کو extra-judicial killing کا نشانہ بنایا۔ سندھ کے عوام کو وہ وقت بھی یاد ہے کہ جب ہماری ماؤں اور بہنوں نے اپنے بھائیوں اور بیٹوں کے جنازے اپنے کاندھوں پر اٹھائے اور خود سپرد خاک کیا۔ سندھ کے عوام وہ وقت بھی نہیں بھولے کہ جب ہمارے بے گناہ کارکنوں کو جیلوں میں بند کیا گیا اور ان پر جھوٹے مقدمات بنائے گئے۔

جناب چیئرمین! یہ تمام کارروائیاں پچھلی نام نہاد جمہوری حکومتوں میں فوجی آپریشن کے ذریعے کی گئیں۔ اس وقت کے جمہوری دورمیں فوج کے ذریعے غیرجمہوری کارروائیاں سب کومنظور تھیں لیکن آج ایک فوجی کے ذریعے تمام جمہوری کارروائیاں ان لوگوں کو بری لگ رہی ہیں جبکہ یہ تمام کارروائیاں عوام کی فلاح وبہبود اور ملک کے استحکام اور سلامتی کے لئے ہیں۔ جی

ہاں! یہ پرویز مشرف ہی ہیں کہ جنہوں نے اس ملک کی ڈوبتی معیشت کو سہارا دے کر اس ملک کو دیوالیہ ہونے سے بچایا اور اپنی بہتر خارجہ پالیسی اورحکمت عملی کے ذریعے اس ملک کو پستی کی سیاہ رات سے نکال کر بلندیوں کی سحر کی طرف گامزن کیا اور بقول غالب

غم ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج
شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

میں دعاگو ہوں کہ صدر پرویز مشرف ، ان کی حکومت اور پالیسیاں اسی طرح قائم و دائم رہیں۔ آخر میں میں دو اشعار کے ساتھ اجازت چاہوں گی کہ

آج بھی منزلوں پہ لگی ہے نظر
دل میں رکھتے ہیں عزم سفر آج بھی
دل شکستہ نہ سمجھے زمانہ ہمیں
اپنی ہمت ہے سینہ سپر آج بھی

شکریہ جناب چیئرمین -

جناب چیئرمین: مسز گلشن سعید۔

سینیٹرمسز گلشن سعید: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین! کہ آپ نے مجھے بھی بات کرنے کا موقع دیا۔ میں جناب صدر پاکستان کے پارلیمنٹ سے خطاب پر، جو انہوں نے پارلیمانی روایت کے مطابق کیا، ان کو مبارک دیتی ہوں۔ انہوں نے جن خیالات کا اظہار کیا وہ بہت مناسب تھے۔ اس میں تقریباً تمام پاکستان کا پروگرام، وہ جو سمجھتے ہیں کہ ہونا چاہیئے اور جو نہیں ہو سکا اس کو انہوں نے بیان کیا جس میں خاص خاص چیزیں یہ ہیں۔

سب سے پہلے تو میں یہ سمجھتی ہوں کہ ہمیں ان کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ انہوں نے پاکستان میں جمہوری اداروں کو دوبارہ سے قائم کیا اورمضبوط کیا۔ پاکستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ پاکستان کی آدھی آبادی یعنی خواتین کو انہوں نے پارلیمنٹ میں اور زندگی کے ہر شعبے میں نمائندگی دی۔ یہ آج تک نہیں ہوا تھا کہ اتنی تعداد میں خواتین grass-roots level سے لے کر سینیٹ تک نمائندگی کر رہی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس کے لئے ہم ساری خواتین کو پرویزمشرف

کا بہت زیادہ شکر گزار ہونا چاہیئے۔

جناب چیئرمین! سب سے پہلے انہوں نے کشمیر پالیسی پر بات کی۔ میں سمجھتی ہوں کہ ہمارے اپوزیشن والے اس کو بہت exploit کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ پاکستان میں جو کشمیر پالیسی ہے وہ بالکل ختم ہو گئی ہے اور انڈیا کے ساتھ صلح ہو گئی ہے۔ اب اس پر بغیر کشمیریوں کے بات ہو گی حالانکہ یہ بالکل غلط بات ہے۔ دوتین دن پہلے صدر صاحب کا پھر بیان آیا ہے کہ کشمیر جو ہے وہ کشمیریوں کے ساتھ ہی کسی settlement تک پہنچے گا۔ اب ہم نے انڈیا کے ساتھ بات چیت شروع کی ہے۔ اس پر جو ہم چاہتے ہیں اور جو کشمیری چاہیں گے وہی فیصلہ ہوگا۔ آج تک اتنی زیادہ جنگیں ہم نے ان کے ساتھ لڑی ہیں، لڑنے سے تو کسی قسم کا فیصلہ نہیں ہو سکا۔ سب سے بڑا مسئلہ کہ آج تک انڈیا نے یہ کبھی تسلیم نہیں کیا تھا کہ کشمیر بھی کوئی مسئلہ ہے۔ وہ کہتے تھے کہ اس کی بات نہ کریں، کچھ اور بات کریں۔ مگر اب پہلی دفعہ واجپائی صاحب نے اس کو مانا ہے کہ کشمیر مسئلہ ہے اور ہم آمنے سامنے بیٹھ کر بات کریں گے۔ یہ حکومت پاکستان کی بہت بڑی کامیابی ہے۔ اس میں وزیراعظم میرظفر اللہ خان جمالی اور مشرف صاحب صدر پاکستان دونوں مبارکباد کے حق دار ہیں۔ دوسری جو آج میں باتیں سنتی ہوں وہ ایٹمی قوت کے roll back کے بارے میں ہیں۔ ان پر بھی انہوں نے بات کی ہے کہ پاکستان کو ایٹمی قوت حاصل ہے اور یہ ہماری زندگی موت کا سوال ہے۔ ہم نے نہیں کرنا اس پر کشمیر کی طرح کسی قسم کا سمجھوتہ۔ یہ افواہیں کہ roll back ہو گیا ہے، سائنس دانوں کے ساتھ زیادتیاں ہو رہی ہیں، یہ ساری باتیں صرف ہماری اپوزیشن دل خوش کرنے کے لئے کرتی ہے۔ میرا خیال ہے ان باتوں سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ یہ اتنا sensitive معاملہ ہے کہ اس کو بار بار، ہر روز discuss کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ ایٹمی طاقت پر کوئی سمجھوتہ ہوگا نہ وہ roll back ہوگا یہ طے ہے۔

صدر پاکستان نے کرپشن کے حوالے سے بات کی ہے کہ پاکستان میں یہ ایسی چیز ہے جس پر ابھی تک قابو نہیں پایا جا سکا۔ میرے ایک معزز رکن سینیٹر نے الزام لگایا تھا کہ انہوں نے کہا ہے کہ کرپشن ختم ہوگئی ہے حالانکہ ایسی بات نہیں ہے۔ ہر شعبے میں کرپشن ہے۔ انہوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ کرپشن ختم ہوگئی ہے۔ انہوں نے یہ کہا تھا کہ کرپشن ابھی تک ہے اور ہم

کوشش کر رہے ہیں کہ کرپشن ختم ہو۔ اس بات کی میں وضاحت کرنا چاہتی ہوں کہ ان کو غلطی لگی ہے، انہوں نے تقریر میں یہ کہا کہ کرپشن کی وجہ سے ابھی تک ہم اپنے ہدف پورے نہیں کر سکے، اس لئے ہم پوری کوشش کر رہے ہیں کہ زندگی کے ہر شعبے سے کرپشن کو ختم کیا جا سکے۔ سب سے افسوسناک بات چیئرمین صاحب! یہ ہے کہ چند دن پہلے جو بات ہوئی۔ سینیٹ وفاق کی علامت ہے، ہم چاروں صوبوں کی یہاں پر نمائندگی کرتے ہیں۔ بڑے بڑے پارلیمنٹیرین ہیں، میں تو کچھ بھی نہیں، پہلی دفعہ آئی ہوں، مجھ سے پہلے بڑی دفعہ یہ select ہو چکے ہیں۔ انہوں نے جو جلسہ کر کے ملک توڑنے کی باتیں کی ہیں، پنجاب کو انہوں نے تنقید کا نشانہ بنایا ہے، اس پر مجھے بڑا سخت اعتراض ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ پارلیمنٹیرین کی جو حیثیت، جو ان کے فرائض ہیں اس سے آنکھیں نہیں چرانی چاہئیں۔ ان کو یہ سوچنا چاہیئے کہ یہ کس طرح کی باتیں کر رہے ہیں۔ اس طرح کی باتیں جو ------ ایک منٹ چیئرمین صاحب! میرا نام کوئی بار بار پکار رہا ہے۔ میں پوچھ لوں کون آوازیں دے رہا ہے۔

Mr. Chairman: Please there should be no disturbance. They should maintain concentration on the speakers.

سینیٹر مسز گلشن سعید: ظفر صاحب میرے نام کی آوازیں لگا رہے ہیں، ظفر صاحب! اگر آپ نے کوئی بات کرنی ہے تو آگے آجائیں۔ اگر آپ نے کوئی بات کرنی ہے تو میں آپ سے کر لیتی ہوں۔ ذرا میں تقریر ختم کر لوں۔

Mr. Chairman: Please no direct talk.

آپ مجھے address کریں۔

سینیٹر مسز گلشن سعید: میں یہ دیکھتی ہوں کہ نہ ہمارا سینیٹ میں quorum پورا ہوتا ہے نہ لوگ پورے ہوتے ہیں۔ سینیٹ کو مذاق بنایا ہوا ہے۔ serious بات ہو رہی ہے، میرے اپنے ساتھی اس پر آوازیں لگا رہے ہیں۔ اس طرح کی کوئی بھی بات کر رہا ہو تو اس کو serious سننا چاہیئے۔ اگر ان کے لئے یہ کوئی fun place ہے تو میں کچھ کہہ نہیں سکتی۔

جناب چیئرمین! میں کہہ رہی تھی کہ ملک توڑنے کی باتوں پر مجھے بڑا سخت اعتراض ہے

اور آپ کو اس بات کا نوٹس لینا چاہیئے ان لوگوں کے خلاف جن لوگوں نے یہ بات کی ہے۔ جو آپ نے کمیٹی بنائی ہے اس کے بارے میں ان سے کہیں کہ یہ بھی پتا کریں کہ کن کن لوگوں نے یہ باتیں اس دن کی تھیں۔ یہ سینیٹر وفاق کی علامت ہیں، اس طرح کی باتیں ان کو زیب نہیں دیتی ہیں۔ ہر وقت یہ حکومت پر تنقید کرتے ہیں۔ اگر ان کو تنقید ہی کرنی تھی تو اس ہاؤس میں آنے کی کیا ضرورت تھی۔ اب آئے ہیں تو اپنی پارلیمانی روایات کو قائم رکھتے ہوئے سنجیدگی سے ملک کی ترقی پر توجہ دیں۔ یہ ذاتیات پر اترنا، حملے کرنا، باتیں کرنا، یہ ہمیں بالکل زیب نہیں دیتا۔ اب سارے لوگ ہال میں آنا شروع ہو گئے ہیں۔ اپوزیشن نے اپنی strike بھی ختم کر دی ہے، جو احتجاج تھا وہ بھی ختم کر دیا ہے۔ میرا خیال ہے بہتر یہ ہے کہ اب سنجیدگی سے پاکستان کی تعمیر و ترقی میں حصہ لینا چاہیئے۔

پرویز مشرف صاحب نے اپنی طرف سے وعدوں کے مطابق تین سال کے اندر پارلیمنٹ بحال کر دی ہے۔ ملک میں عوامی حکومت ہے۔ ماشاء اللہ ہمارے وزیراعظم صاحب اپنی کابینہ کے ساتھ روز فیصلے کرتے ہیں۔ اگر ہم پرویز مشرف صاحب صدر پاکستان اور جمالی صاحب کے ہاتھ مضبوط کریں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہماری حکومت اور ہمارا ملک صحیح طریقے سے نہ چلے۔ میں سمجھتی ہوں جناب چیئرمین صاحب! تنقید برائے تنقید اچھی نہیں ہوتی۔ ہمیں اس چیز کا اعتراف کرنا چاہیئے کہ ابھی تک انہوں نے پاکستان کو بہتر کرنے کے لئے جو اقدامات کیے ہیں ان کی تعریف کرنی چاہیئے۔ ہاں، اگر تنقید کا کوئی پہلو نکلتا ہے تو ضرور کریں مگر وہ تنقید تعمیری ہونی چاہیئے۔

اس کے علاوہ آج کل میں سنتی ہوں کہ وزیرستان میں امریکن آئے ہوئے ہیں اور وہ وہاں پر آپریشن کر رہے ہیں اور یہ کہ ہمارے ملک میں غیر ملکی آئے ہوئے ہیں۔ یہ بالکل غلط تاثر ہے۔ باہر کے جو لوگ وہاں پر گھس بیٹھے ہیں، چھپے ہوئے ہیں، جو دہشت گرد ہیں، جن کی وجہ سے پاکستان کا نام برباد ہوا ہے، جن کی وجہ سے پاکستان پر الزام لگا ہے کہ پاکستانی اور مسلمان ایک دوسرے کو یا کسی کو برداشت نہیں کرتے اور دہشت گردی کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اگر اس کے لئے پاکستان کی اپنی فوج کچھ لوگوں کو پکڑ رہی ہے تو اس کو ہر روز سینیٹ یا قومی اسمبلی میں تنقید کا نشانہ نہیں بنانا چاہیئے۔

میں سمجھتی ہوں کہ صدر پاکستان کی جو تقریر تھی وہ ہماری توقع کے عین مطابق ہے۔ انہوں نے پارلیمانی روایت کو قائم رکھتے ہوئے ہم سے جو باتیں کی ہیں، ہم اگر ان پر چلیں اور ان کا ساتھ دیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ پاکستان کی تعمیر اور ترقی میں کوئی کسر رہ جائے ۔ جناب چیئرمین صاحب! اس کے ساتھ ہی میں آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔

Thank you.

(ڈیسک بجائے گئے)

Mr. Chairman: Mr. Farhatullah Babar. O.K. then Mr. Raza Muhammad Raza.

سینیٹر رضا محمد رضا: شکریہ جناب چیئرمین! آپ بلا شبہ مجھے اس ملک کی تاریخ کے نہایت اہم اور حساس لمحات میں اس معزز ایوان میں اظہار خیال کا موقع دے رہے ہیں۔ لیکن جناب! یہ ایک المیہ ہے کہ آج اس معزز ایوان کو ایک stranger کے خطاب پر بولنا پڑ رہا ہے۔ ایک ایسا stranger جناب چیئرمین! جنہوں نے ماورائے آئین اقدام کر کے اس ملک میں موجود ایک جمہوری اور منتخب پارلیمنٹ کو ختم کیا۔ منتخب وزیراعظم، قومی اسمبلی اور سینیٹ کو ختم کیا۔ چاروں صوبائی اسمبلیوں کو ختم کیا اور یہ اعلان کر دیا کہ میں restructuring کر کے اس ملک کے تمام اداروں کی تشکیل نو کروں گا۔ اس stranger کے خطاب پر جناب چیئرمین! یہ ایک المیہ ہے کہ اس ایوان کو بولنا پڑ رہا ہے۔ میں پشتونخواہ ملی عوامی پارٹی اور محکوم قوموں کی تحریک پشتون، بلوچ، سندھی اور سرائیکی قوموں کی جمہوری تحریکوں کی نمائندگی سے اس دیدہ دلیر stranger کے اس خطاب پر اپنا نکتہ نظر پیش کروں گا۔

جناب چیئرمین! اس خطاب میں شخص مذکور نے حقیقی جمہوریت کی بات کی ہے۔ایسے حالات میں جناب چیئرمین! اس ملک میں موجود ۱۹۷۳ء کے آئین کو مکمل طور پر subvert کر کے، اس کا خاتمہ کر کے ایک نام نہاد فراڈ referendum کے ذریعے خود کو صدر declare کر کے اور پھر ۲۰۰۲ء کے Legal Framework Order کے نام سے اور بعد میں سترھویں ترمیم ۲۰۰۳ء کے نام سے اس ملک پر، اس ملک کے کروڑوں عوام پر، اس ملک کی قوموں پر ایک دائمی مارشل لاء کا

نظام مسلط کیا ہے۔ ایک ایسا دائمی مارشل لاء جس نے اس ملک کی federation کی ساخت کو تبدیل کیا، اس ملک کی جو پانچ قوموں کا مشترکہ ملک ہے، جس کے وفاق کے لئے آئینی طور پر یہ طے ہوا تھا کہ یہ ایک وفاق رہے گا جس میں تمام قوموں کے لئے برابر کی نمائندگی ہوگی۔ جناب چیئرمین! یہ ایوان بذات خود اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ یہ ایک federation ہے جس میں وفاقی اکائیوں کا اس ایوان کے ذریعے برابری کا حق تسلیم کیا گیا ہے لیکن ایک stranger نے اس آئین کے، اس ملک کے وفاقی طرز کو ختم کرکے اس کو ایک واحدنی طرز میں تبدیل کیا۔ اس کے پارلیمانی طرز حکومت کا خاتمہ کرکے اس کو مکمل طور پر صدارتی نظام میں تبدیل کیا اور اس کے جمہوری طرز کو ایسا تبدیل کیا کہ ایک حاضر سروس جرنیل مختار کل بنا بیٹھا ہے اور اس نے 17 ویں ترمیم کے ذریعے تمام آئینی اصولوں کو، ضوابط کو پامال کرکے خود کو اس ملک کے اقتدار اعلیٰ پر صدر کی حیثیت سے مسلط کیا ہے۔

جناب چیئرمین! میں اور مجھ جیسے اس ملک کے بہی خواہ، تمام جمہوریت پسند قوتیں اور اس ایوان میں موجود اپوزیشن کی قوتیں ایک stranger کو اس ملک کے اقتدار کا غاصب تصور کرتے ہوئے اس کے اقتدار کو مسترد کرتی ہیں اور مطالبہ کرتے ہیں کہ اس ملک کی پارلیمنٹ کی تکمیل کے لئے آئینی طریقہ کار کے مطابق صدر کے انتخابات کرائے جائیں۔

جناب چیئرمین! اس stranger نے اس ملک کے اداروں کی بات کی ہے اور اداروں کی پوزیشن یہ ہے کہ سب سے پہلے اس ملک کا ادارہ جو اداروں کی ماں ہے، جو اداروں کی پرورش گاہ ہے، وہ اس ملک کی پارلیمنٹ ہے جس کو اس نے بیک جنبش قلم ختم کرکے اپنی مرضی کا، اپنا تابعدار ایک ادارہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ اس سے پہلے بھی اسی جیسے stranger یکے بعد دیگرے اس ملک کی تاریخ میں 1951ء کے بعد مسلسل اس ملک کے اقتدار پر مسلط ہوتے رہے اور یہاں جمہوریت، جمہوری اداروں اور منتخب حکومتوں کا راستہ روکا گیا اور پھر مارشل لاء مسلط کیا گیا۔ ایوب خان ایسا ہی ایک stranger تھا جس نے دس سال تک اس ملک کے اقتدار پر قبضہ جما کر فوجی طاقت کے ذریعے اس ملک کے عوام اس ملک کے اداروں کا، ان کی نشوونما کا، ان کی ترقی کا، ان کے استحکام کا راستہ روکا۔ پھر اس کے بعد یہی کچھ جنرل یحییٰ خان نے کیا اور ملک کو دولخت کرتے ہوئے وہ تاریخ کا بدنما داغ بنا۔ اس کے بعد جناب چیئرمین! یہی کچھ جنرل ضیاء الحق نے

کیا جو گیارہ سال اس ملک پر مسلط رہا اور اس تمام دور میں عدلیہ جو اس ملک کا سب سے اہم ترین ادارہ ہے اس کو ایک آلہ کار ادارے میں تبدیل کیا۔

آج جناب چیئرمین! ہمارے جج صاحبان کو یہ کہنا پڑ رہا ہے، برملا کہتے رہے ہیں کہ ہماری عدلیہ کی یہ پوزیشن رہی ہے کہ وہ کسی طاقتور کے خلاف، با اثر کے خلاف، مراعات یافتہ کے خلاف کوئی فیصلہ کرنے کی جرأت نہیں رکھتی ۔ ایک نادار، ایک غریب کو تو ہماری عدلیہ بڑی سے بڑی سزا دے سکتی ہے لیکن طاقتور سے پوچھنے کی، اس کے خلاف پوچھ گچھ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔ جب عدلیہ کی یہ پوزیشن ہو جس کے جج صاحبان فوجی جرنیلوں کے حکم پر PCO کے تحت حلف اٹھانے پر مجبور ہوں تو وہ تمام وہی اقدامات کریں گے جو عسکری قوت کی جانب سے ان کو ہدایت کے طور پر ملتے رہے ہوں گے۔ یہی پوزیشن ہماری سول سروس کی رہی ہے۔ ہماری انتظامیہ مفلوج ہو کر رہ گئی ہے۔ وہ اقتدار پر براجمان جرنیلوں کے احکام کے منتظر ہوتے ہیں۔ ان کو قاعدہ، قانون، ضوابط اور اپنی ذمہ داریوں کا کوئی احساس نہیں ہوتا ۔ جب عدلیہ مفلوج ہے، انتظامیہ مفلوج ہے، سول سروس مفلوج ہے تو جناب! اور کون سے ادارے بچ جاتے ہیں ۔

اس کے علاوہ جناب چیئرمین! 22 فروری کو سات کروڑ عوام کے منتخب نمائندوں کو پارلیمنٹ لاجز میں ایک سیمینار کے لئے، اس ملک کو درپیش صورتحال پر بات کرنے کے لئے، مدعو کیا گیا تھا ۔ Legal Framework Order سترھویں ترمیم، پارلیمانی جمہوری وفاق کا مستقبل اور پارٹیوں کا لائحہ عمل سیمینار کا عنوان تھا ۔ اس میں شرکت کرنے والے اس ملک کی تمام قوموں کے نمائندے تھے، اس ملک کی منتخب بڑی بڑی پارٹیوں کے تمام نمائندے تھے جو سات کروڑ ووٹروں کی غالب اکثریت کی نمائندگی کرتے تھے، اس میں پیپلز پارٹی، مسلم لیگ (ن)، عوامی نیشنل پارٹی اور دیگر تمام جمہوری پارٹیوں، پونم کی تمام پارٹیوں، سپریم کورٹ بار اور Human Rights Commission کے لوگ شامل تھے۔ یہ اس ملک کے عوام کا ایک نمائندہ اجتماع تھا ۔ اس پارلیمنٹ کی قومی اسمبلی اور سینیٹ کا ایک نمائندہ اجتماع تھا، چاروں صوبائی اسمبلیوں کا ایک نمائندہ اجتماع تھا لیکن جناب چیئرمین! اس پر شب خون مارا گیا۔ ایک مجسٹریٹ کے حکم پر بھاری فورس نے پارلیمنٹ لاجز کو چوبیس گھنٹے تک نہ صرف محاصرے میں رکھا بلکہ ان کے تمام دروازے بند کئے رکھے اور پھر بھی ہم کہتے ہیں کہ یہ ہمارے ادارے ہیں، ان کا تقدس ہے اور ان کو فیصلے

کرنے کا اختیار ہے۔

پھر جناب چیئرمین! اس stranger نے معیشت کی بات کی ہے کہ ہماری معیشت بڑی بہتر ہوئی ہے ، ہم پوچھتے ہیں کون سی معیشت؟ یہ ملک تو 130 ارب روپے نادہندگان کا مقروض ہے اور وہ چند سو افراد ہیں ' ان میں سے اکثر کو نوازا گیا ہے اور معاف کیا گیا ہے یا اب تک وہ نادہندگان ہیں اور اقتدار میں بیٹھے ہوئے ہیں ۔ یہ ملک اگرچہ بلین ڈالر کا مقروض ہے۔ اس ملک کی معیشت کے تمام شعبے آپ نے تباہ کئے ہیں ۔ آپ نے پرائیویٹ سیکٹر کو فروخت کر دیا ہے ۔ آپ نے پی ٹی سی ایل بیچ دیا ہے ' آپ نے واپڈا بیچ دیا ہے ' آپ نے تعلیم و صحت بیچ دی ہے ' آپ نے حبیب بینک بیچ دیا ہے ۔ آپ نے اس ملک کے تمام minerals کو ' Gas Petroleum کو عالمی سامراجی اداروں کو کوڑیوں کے بھاؤ بیچ دیا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ ہماری معیشت کے indicator ہیں ' indicator تو غربت ہے ' غربت کتنے گنا بڑھی ہے ' مہنگائی کتنے گنا بڑھی ہے ' لوگ فاقوں مر رہے ہیں ' دو وقت کی روٹی پر اس ملک کے کروڑوں عوام قادر نہیں۔ اگر کسی کے پانچ بچے ہیں تو وہ ایک بچے کو تعلیم دلانے کی ' ایک بچے کا علاج کرانے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ پٹرولیم کی مصنوعات کی قیمتیں اور تمام بنیادی اشیاء کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں' پھر آپ کہتے ہیں کہ ہماری معیشت ہے اور بڑی خوب معیشت ہے۔

جناب چیئرمین! stranger نے وسائل کی بات کی ہے ۔ ہم پوچھتے ہیں کہ یہ کن کے وسائل ہیں؟ اس ملک کے تمام وسائل بجلی' اس ملک کے تمام دریاؤں کا باپ اباسین ---

(مداخلت)

Mr. Chairman: Don't interrupt please.

سینیٹر رضا محمد رضا۔ جناب چیئرمین! اس ملک کے پانی اور بجلی کے مالک پشتون ہیں ' 117 million acre feet پانی تو صرف اٹک کے پل سے گزرتا ہے اور کئی ملین اس سے زیادہ ہے ' اباسین پر 40000 میگاواٹ بجلی کی صلاحیت ہے اور بجلی ہم نے فروخت کی ہے ' غیرممالک میں ہم نے فروخت کی ہے ' اس ملک کی گیس اور اس ملک کے تمام ذخائر۔۔ اب جو کوئٹہ زرغون غار میں گیس کے وافر ذخائر دریافت ہوئے ہیں' موسیٰ خیل ژوب ' شکردرہ ' کرک

میں جو ذخائر پیدا ہوئے ہیں ' اس ملک کے جنگلات ' اس ملک کی دیگر قیمتی معدنیات کوئلہ وغیرہ یہ تو پشتون سرزمین کی ملکیت ہیں - اس ملک کی گیس،بندرگاہ بلوچ سرزمین کی ملکیت ہے ' سندھی سرزمین کی ملکیت ہے۔اس ملک کی زرخیز زمینیں جو جرنیلوں کو الاٹ کہیں لاکھوں ایکڑوں میں، یہ تو سرائیکی قوم کی ملکیت ہیں۔ جناب! ایسے حالات میں آپ کے وسائل ترقی نہیں کر سکتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ ہم نے معیشت کو ترقی دینی ہے ' ڈیم بنانے ہیں۔ ہم سالوں سے چلا رہے ہیں ' جنوبی پشتون خواہ میں ' بلوچستان میں ہمارا مطالبہ تھا کہ سات ارب روپے ہمیں ملنے چاہئیں اور ایک سال میں صرف ایک ارب روپے ڈیموں کی تعمیر کے لئے تاکہ ہماری اپنی irrigation کے لئے ذخائر بنیں۔ ہم پانی کو ذخیرہ کرسکیں۔ آپ نے اب تک ہمیں 7 ارب روپے نہیں دیئے۔ جب کہ پنجاب میں وافر پانی کے لئے صرف سیلاب کو روکنے کے لئے آپ نے 7.57 ارب روپے خرچ کئے ہیں۔سکارپ پروگرام پر 7.57 ارب روپے آپ نے خرچ کئے ہیں۔ پھر بھی ہمیں کہا جا رہا ہے کہ یہ ایک برابری کا federation ہے - ہم پوچھتے ہیں جناب! کہ جب یہ صورتحال ہو وسائل کی تقسیم کی ' آپ NFC کا اجلاس بلانے کی صلاحیت نہیں رکھتے ' اپنی صوبائی حکومتوں کو ان کے آئین میں لکھے ہوئے حصے کا حساب نہیں دے سکتے ہیں تو یہ کیسی معیشت ہے۔ پھر جناب چیئرمین! اس stranger نے چار خطرات کا اعلان کیا ہے کہ ہمیں چارقسم کے خطرات درپیش ہیں۔ آپ یعنی حزب اقتدار کی خدمت میں یہ عرض کروں کہ آپ کے محبوب اور آپ کے پسندیدہ stranger نے بڑا خوب ادراک کیا ہے اور درست ادراک کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ملک اس وقت تین ' چار خطرات میں گھرا ہوا ہے۔ افغانستان کے حوالے سے ' بدترین دہشت گردی اور وہاں پر افغانستان میں امن کے بعد افغانستان نے آئین منظور کیا ہے ' لویہ جرگہ نے افغان عوام کی مرضی کا اقتدار قائم کیا ہے اور وہاں پر اقوام متحدہ کی فوجیں موجود ہیں ' ان کو خطرہ ہے اس طرف سے کہ بدترین دہشت گرد یہاں جمع ہیں۔ تمام دنیا کے دہشت گرد یہاں جمع ہیں اور افغانستان پر حملہ آور ہیں ' جنگ کی صورتحال ہے۔ یہی position کشمیر کے حوالے سے ہے۔ دہشت گرد جمع ہیں اور تین بار اس stranger کے دور اقتدار میں یہ ملک ایٹمی جنگ کے خطرات سے دو چار ہوا ہے۔ ایٹمی اخلاقی پھیلاؤ کے حوالے سے جناب چیئرمین!

اس وقت جو آخری ایک طاقت بچی تھی سوویت یونین کی، موجودہ روس کی، اس نے بھی ہمارے خلاف کل FIR کاٹی ہے۔ تمام دنیا کی FIR ہے کہ اس ملک سے ایٹمی اسلحہ کا پھیلاؤ ہوتا رہا اور انتہا پسندی، دہشت گردی، فرقہ پرستی کی سرپرستی ہوئی۔ میں پوچھتا ہوں جناب چیئرمین! کہ یہ چاروں خطرات ان جرنیلوں کی اختیار کردہ پالیسیوں کا منطقی نتیجہ ہیں، فطری نتیجہ ہیں۔ چھپن سال سے یہ جرنیل یہ پالیسیاں بناتے رہے ہیں اور جن کی مسلسل اس ملک کے کروڑوں عوام مخالفت کرتے رہے ہیں، جمہوری قوتیں، قومیں مخالفت کرتی رہیں۔ آپ نے افغانستان میں تبدیلی کی۔ افغانستان میں 1973 میں جب تبدیلی رونما ہوئی تھی، یہاں سے مداخلت شروع تھی۔ پھر جب 1978 میں افغانستان کی اپنی اندرونی، جمہوری، قومی تبدیلی ہوئی یہاں سے ایک منظم ریاستی دہشت گردی کا plan, مجھے افسوس ہے کہ اس سامراجی امریکہ کی امامت میں، ہمارے تمام جرنیلوں نے، ہمارے علماء کرام جو خود کو علماء کرام کہتے ہیں، موجودہ MMA والے[***] سمیت امریکہ کی امامت میں-----

Mr . Chairman: Please don't take the names of people who are not in this House. They should be expunged from the record.

سینیٹر رضا محمد رضا: امریکہ کی امامت میں 25 سال تک آپ دہشت گردوں کی پرورش کرتے رہے ۔ افغانستان میں لاشوں کو لٹکا کر آپ training دیتے رہے ہیں۔ آپ نے جب یہ انسانیت سکھائی اور انسانیت کو آپ نے جنون میں تبدیل کیا اور لاکھوں کی تعداد میں، آپ ریکارڈ نکالیں، ضیاء الحق کے دور میں چار لاکھ خارجی قوتوں کو دہشت گردی کے لئے پاسپورٹ جاری ہوئے تھے اور یہ وہی دہشت گرد ہیں۔ ہم نے امریکہ کو اس وقت بھی خبردار کیا تھا کہ جب یہ شعلے بھڑکیں گے تو یہ آپ کو اور یورپ کو لپیٹ میں لیں گے اور وہی ہوا۔ اب 9/11 کے بعد جب پوری دنیا تبدیل ہو گئی، تمام دنیا نے محسوس کیا کہ عالمی دہشت گردی کا سب سے بڑا خطرہ یہاں سے ہے اور جب تک اس کا خاتمہ نہیں کیا جاتا تب تک افغانستان میں امن قائم نہیں ہو سکتا، پوری دنیا میں امن قائم نہیں ہوسکتا۔ یہی وہ عمل ہے کہ ہم نے لاکھوں، ہزاروں لوگوں کو

\+ [***] Words expunged by the order of the Chairman

منظم کر کے اپنا سب کچھ ان کے حوالے کیا اور آج وہ اتنے طاقتور ہیں کہ خود ہمارے جنرل صاحب کی جان بھی ان سے محفوظ نہیں رہی۔ کتنی بار ان پر حملہ ہوا؟ یہی دہشت گرد براہ راست اس میں ملوث تھے۔

جناب چیئرمین! ہندوستان کے ساتھ مذاکرات کا راستہ جو نواز شریف کی منتخب حکومت نے اختیار کیا تھا' آپ نے خود کو غازی declare کر کے کارگل پر قبضہ کیا۔ آج کیا ہوا؟ ہم یہی کہتے رہے کہ ہمسایہ ملک ہے' ہمیں دوستی کے باہمی تعلقات بنانے ہیں اور ایک دوسرے کے معاملات میں عدم مداخلت کی ضمانت فراہم کرنی ہے۔ بڑی اچھی بات ہے' ہم اس کی تائید کرتے ہیں لیکن اس stranger کو' اس general کو اعتراف کرنا ہو گا' جیسے ان خطرات کا اعتراف کیا ہے کہ یہ وہ پالیسیاں ہیں جنھوں نے اس ملک کو سنگین خطرات سے دوچار کیا ہے۔

ایٹمی حوالے کا میں نے ذکر کیا کہ یہ ایک غیر معمولی FIR ہے۔ میں نے اس دن بھی کہا تھا کہ سامراجی امریکہ کی تمام طاقت کے باوجود البرادی ایک منٹ کے لیے بھی یہ ماننے پر تیار نہیں ہوا کہ عراق میں اسلحہ ہے۔ اب ہمارے خلاف وہ کہتے ہیں کہ یہاں سے کام ہوا ہے۔ ہمارے ادارے استعمال ہوئے ہیں اور کوئی استعمال نہیں ہوا' ہمارے جنرل استعمال ہوئے ہیں۔ یہ ان کی پالیسی' ان کا کاروبار تھا۔ جناب چیئرمین! ہمارے عوام کو اس وقت دکھ ہو گا جب ہم پر ہیروئن پھیلانے کی ایک اور FIR کاٹی جائے گی۔ یہ بھی ہمارے ان جنرلوں کی پالیسیوں کا نتیجہ ہے اور یہ بھی ہمارے خلاف جائے گی۔

جناب چیئرمین! کہتے ہیں

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

میں پوچھتا ہوں کہ جب یہ ہمارے دوست ہیں تو پھر دشمن کون ہیں؟ جن کی 56 سالہ پالیسیوں نے اس ملک کو سالمیت کی بقاء کے مسئلے سے دوچار کیا ہے۔ ایسے حالات میں جناب چیئرمین! یہ ناممکن ہے کہ جنرلوں کے غیر آئینی اقتدار میں جسے عوام کی حمایت حاصل نہ ہو' عوام کو حکومت پر اعتماد ہو۔ کنفیوشس نے اپنے شاگرد کو کیا کہا تھا؟ یہ درست ہے کہ ایک بہترین حکومت کے لیے عوام کے پاس وافر خوراک ہو' بہترین فوجی ساز و سامان ہو لیکن تیسری بات جو سب سے اہم ہے وہ عوام کا اعتماد ہے۔ پھر کہا کہ جب پہلے والے دونوں نہ ہوں تو حکومت چل سکتی ہے

لیکن اگرعوام کا اعتماد نہ ہو تو وہ حکومت نہیں چل سکتی۔ اس stranger کی، ان جنرلوں کی کوئی حمایت باقی نہیں رہی۔ 22 تاریخ کے اقدام کے بعد تو کوئی یہ امید نہیں کر سکتا کہ اس ملک میں اقتدار پر قابض قوتوں کی موجودگی میں------- اور یہ امر باعث مسرت ہے کہ ہمارے فرمانبردار وزیراعظم صاحب کو اس کا احساس ہوا۔ انہوں نے بھی اپنی تقریر میں کہا کہ ہمارے عوام عدل، انصاف، امن و امان، روزگار، رشوت اورکرپشن کے حوالے سے اس ملک سے لاتعلق ہو رہے ہیں، ملک کے وجود کا وہ احساس نہیں رکھتے۔ ایسے حالات میں جناب چیئرمین! ہم اقتدار میں موجود تمام قوتوں سے جو عوام میں سے آنے کا دعویٰ کرتے ہیں، ہم ایم ایم اے والوں کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اب وہ جنرل صاحب کے بعض اقدامات کا رونا روتے ہیں، ہم نے بروقت خبردار کیا تھا کہ آپ ایک ایسے جرم کا ارتکاب کرنے جا رہے ہیں جس کی جوابدہی اپنے کارکنوں کے سامنے، عوام کے سامنے نہیں کر سکیں گے۔ آپ نے چھ سال تک لوکل گورنمنٹ کے ذریعے، police ordinance کے ذریعے قوموں کی خود مختاری کو یرغمال بنایا ہے۔ Schedule 6 کو تسلیم کر کے آپ نے جنرل کو کھلی چھٹی دی ہے اور ہم پر پولیس راج مسلط کرنے کا پلان اب شروع ہے۔ اپریل تک پشتونوں، بلوچوں، سندھیوں اور سرائیکیوں پر پولیس راج مسلط کرنے کا پلان ہے۔ پولیس راج، جس میں ایک DSP کو گورنر اور وزیراعلیٰ تبدیل کرنے کا اختیار نہیں رکھتے۔ پولیس کے تمام اختیارات جنرل مشرف کے پاس ہوں گے۔ Local government جیسا کہ میرے بھائی اسفندیار خان نے کہا تھا کہ جب آپ بارہ محکمے صوبوں سے لے لیں گے اور ضلع کو کرنل کے اختیار میں دے دیں گے تو پھر کون سی صوبائی خودمختاری رہ جاتی ہے۔ ایسے حالات میں ہم نے تیس سال انتظار کیا۔

جناب چیئرمین، وقت کا خیال رکھیں۔

سینیٹر رضا محمد رضا، جناب چیئرمین! تیس سال تک ہم نے انتظار کیا کہ اب ایک جمہوری نظام بنے گا، اب ہم اس مطالبہ میں حق بجانب ہیں، جیسا کہ بائیس تاریخ کے اس نمائندہ اجتماع میں ہوا جو پونم نے کیا تھا کہ اس ملک کے لئے ایک نیا عمرانی معاہدہ کرنا ہوگا، ایک نئی آئین ساز اسمبلی بنانی ہوگی، قوموں کی برابری کی بنیاد پر، جو اس ملک کے لئے ایک ایسا آئین

دے جس میں قوموں کی رضامندی ہو، جس میں عوام کی رضامندی ہو، جو قوموں اور عوام کو مقتدر بنائے۔

جناب چیئرمین! ہمارا تو اب تک کوئی infrastructure بھی نہیں، پنجاب تو اس حوالے سے خوش قسمت ہے کہ اس کے تمام infrastructure مکمل ہیں۔ سڑکیں بنی ہوئی ہیں۔ پشتونوں کی تو یہ حالت ہے کہ ان کے تو صوبہ کا نام بھی اپنا نہیں ہے۔ انگریز نے پشتونوں کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔ وہ ایک ہی متحد اسمبلی میں پشتونخواہ، افغان یا پشتونستان کے نام سے اس ملک کے وفاق کی اکائیوں میں ایک برابر اکائی بنے۔ جناب! ہم اپنے وسائل کے مالک ہوں، ہماری مرضی ہو۔ آپ جب کوئٹہ سے سفر کریں تو کوئٹہ، ژوب اور پھر ڈیرہ اسماعیل خان اور پھر پشاور سوات تک یہ تمام مرکزی شاہراہ پشتونوں کے آمد و رفت کے قابل نہیں ہے۔ کوئی سڑک نہیں۔ چندکلومیٹر کے ٹکڑوں کو چھوڑ کر ہمارے تمام مرکزی پشتو علاقوں میں کوئی شاہراہ نہیں ہے اور آپ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے اتنی ترقی کی ہے۔ ہمارے بیشتر علاقے باوجود اس کے کہ بجلی کے ہم مالک ہیں لیکن بجلی سے محروم ہیں۔ ہمارے علاقوں میں زراعت کی ترقی کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ ہم گیس کی دولت کے مالک نہیں۔ تو جناب! ایسے حالات میں قوموں کے پاس نہ انتظامی اختیارات ہوں، ایک کانسٹیبل بھرتی کرنے کا اختیار نہ ہو، لاکھوں ملازمتوں میں سے ہم نے پوچھا ہے اور ریکارڈ پر آیا ہے کہ کوئی نمائندگی پشتونوں کی، بلوچوں کی، سندھیوں کی نہیں۔ ایک زمانے میں تو پشتونوں کی نمائندگی تھی، اب تو پوزیشن یہ ہے کہ ہمارے ایک وزیر صاحب ہیں، پتا نہیں وہ کیا ہیں لیکن اس ملک کے تمام صوبوں میں بتدریج پشتونوں کو بے دخل کیا جا رہا ہے۔ یہی پوزیشن بلوچوں، سندھیوں، سرائیکیوں کی ہے۔

جناب چیئرمین: آپ تقریر ختم کرنے کا سوچیں۔ آپ کا time ختم ہو رہا ہے۔

سینیٹر رضا محمد رضا: جناب چیئرمین! ایسے حالات میں آپ گوادر منصوبہ بنا رہے ہیں۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ گوادر منصوبہ پشتون، بلوچ صوبے کی اتھارٹی کے تحت قائم ہو گا۔ آپ نے وہاں قبضہ نہیں کرنا ہے۔ اگر آپ ساحل پر قبضہ کر کے بلوچوں کو بے دخل کر کے، اقلیت میں تبدیل کریں گے تو اس کی اجازت وہاں کے پشتون، بلوچ نہیں دیں گے۔ چھاؤنیوں کی اجازت

ہم نہیں دیں گے۔ ہم اس ملک کے وفادار شہری ہیں لیکن صوبوں کو پولیس بھرتی کرنے کا اختیار تھا۔ہم کہتے ہیں کہ ہماری روایت کے مطابق Levies کو منظم کرکے پوری force بنائی جائے۔

Mr. Chairman: Order in the House please.

سینیٹر رضا محمد رضا: جناب چیئرمین! میں آپ کے صرف چند منٹ لوں گا۔ ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ اس ملک کے اقتدار کو مکمل کیا جائے ۔ جرنیلوں کو فوری طور پر اقتدار سے مستعفی ہو کر منتخب نمائندوں کو اقتدار حوالے کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ اس ملک کی قوموں کے حقوق پر ڈالے گئے جتنے بھی ڈاکے ہیں' ان سے اجتناب کیا جائے ۔یہ ان کو اختیار نہیں تھا۔ اس ملک کے آئین کے سٹرکچر کو تبدیل کرنے کا ایسا کوئی غیر آئینی اقدام ہم تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ یہ تمام غیر آئینی اقدامات ہیں ان کو مسترد کیا جائے ----

Mr. Chairman: Please conclude now.

سینیٹر رضا محمد رضا: عدلیہ ہماری وہ ہے جنہوں نے فوجی جرنیلوں کے پی سی او کے تحت حلف لینے سے انکار کیا تھا۔ علاوہ ازیں جناب تمباکو، پشتون وطن کی سب سے بڑی نقد آور فصل ہے ۔ اور یہ واحد فصل ہے جس کی central excise duty سنٹرل گورنمنٹ لیتی رہی ہے ۔ چالیس ارب روپے ہر سال حکومت لیتی ہے۔ غریب پشتون لاکھوں کی تعداد میں وطن سے دور، محنت مشقت کرنے پر مجبور ہیں لیکن ان کی تمباکو کی دولت مرکزی حکومت کے پاس ہے۔ وہ بھی چند خاندانوں کے پاس ' چند خاندان اس ملک کی دولت پر قابض بیٹھے ہیں۔

جناب چیئرمین: رضا صاحب! اب تشریف رکھیں آپ کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

سینیٹر رضا محمد رضا: شکریہ جناب ۔

جناب چیئرمین: جناب مہیم خان بلوچ ۔

سینیٹر مہیم خان بلوچ :جناب چیئرمین! ہمیں بہت خوشی ہے کہ اس دفعہ یہ دسواں اجلاس صدر پاکستان کے ۱۷ جنوری کے مشترکہ اجلاس کے خطاب پر بحث ہے ۔ یقیناً ۱۷ جنوری کو صدر پاکستان نے مشترکہ پارلیمنٹ سے خطاب کرکے پارلیمانی ' سیاسی اور جمہوری روایت کا اعادہ کیا۔ اور میں یہ بھی کہوں گا کہ انہوں نے اس ملک کے ، عوام کے ، سیاسی ، معاشی اور معاشرتی

حوالے سے انہوں نے تقریر کی - یہ خطاب صرف ایک سال کا خطاب نہیں ہے - ایک سال کے ماضی کا پس منظر نہیں ہے - بلکہ میں اس میں اضافہ کردوں کہ ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء سے حال تک کا سارا عرصہ اس خطاب میں موجود ہے -

جب ہم اس کی تقریر پر ایک پارلیمنٹیرین کی حیثیت سے، ایک سیاسی ورکر اور فکر رکھنے والے کے حوالے سے نظر ڈالتے ہیں، اس ملک کے اجتماعی ، قومی مفادات ، یکجہتی اور اس ملک کے چودہ کروڑ عوام کے سیاسی، معاشی اور معاشرتی مسائل کو سامنے رکھتے ہوئے جب ہم اس خطاب پر نظر ڈالتے ہیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے صدر پاکستان کی تقریر مکمل تقریر نہیں ہے۔ اس میں کافی کمی بیشی موجود ہے -

جناب چیئرمین! صدر نے جن بنیادی چار نکات کی بات کی ہے - جس میں بارڈر پر دہشتگردی ، امریکہ اور اس کے استعماری اتحادیوں کے حوالے سے افغانستان میں دہشتگردی ، کشمیر لائن آف کنٹرول پر دراندازی اور دہشتگردی ، ایٹمی ٹیکنالوجی و توانائی کے حوالے سے دہشتگردی اور اس کی منتقلی اور ہمارے اپنے ملک میں انتہا پسندوں کے حوالے سے ، انتہا پسندی کے نام سے میں اسے انتہا پسندی نہیں کہوں گا - اس لئے نہیں کہوں گا کہ ظاہری بات ہے کہ اس ایوان کے اندر مذہبی حوالے سے ہمارے دوست بھی بیٹھے ہیں، وہ بھی اس سیاست کا حصہ ہیں ، وہ بھی اس ایوان کا حصہ ہیں، وہ بھی مشترکہ پارلیمنٹ کا حصہ ہیں - اور ان کی دہشتگردی کے حوالے سے انہوں نے بات کی ہے - اس میں کوئی شک نہیں کہ اس وقت موجودہ حکومت نے دہشتگردی کے حوالے سے بین الاقوامی تناظر میں جو پالیسی بنائی ہے اور وزیرستان میں جو کچھ ہو رہا ہے یقینی طور پر موجودہ government اپنے آپ کو اس بین الاقوامی scenario سے نکال بھی نہیں سکتی۔ لیکن ہم اپنے آپ کو نکال نہیں سکتے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہم آنکھیں بند کرکے اپنے کندھے پر دوسرے کی بندوق رکھ کر نہتے، معصوم بوڑھے، جوان اور پشتون بھائیوں کا قتل عام کریں۔ نہیں ، اس بات کی اجازت ہم کسی کو نہیں دیتے۔ ہم اس بات کی بھی اجازت نہیں دیں گے ، یقینی طور پر ہمارے borders پر مسئلے ہیں۔ یقینی طور پر دنیا اس چیز کو بڑی تشویش کی نگاہ سے دیکھ رہی ہے۔ ہمارے متعلق منفی رجحانات پیدا ہو رہے ہیں۔ دہشت گردی ختم کرنے کے لئے ہمیں ان کا ساتھ دینا چاہیئے لیکن دہشت گردی کو ختم کرنے کا مطلب یہ نہیں

ہے کہ ہم دوسرے کے احکامات پر کام کریں۔ یقینی طور پر میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس سلسلے میں اپنے قومی مفادات کو، اپنی قومی بقاء کو اور قومی یکجہتی کو مدنظر رکھتے ہوئے کام کرنا چاہیئے۔ دونوں طرف کے پشتون چاہے وہ افغانستان سے تعلق رکھتے ہیں یا پاکستان سے تعلق رکھتے ہیں ان کے مفادات کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں ایسی حکمت عملی اختیار کرنی چاہیئے کہ جس سے ہمارے افغان بھائیوں کو بھی گلہ نہ ہو اور ہمارے اس وطن کے جو پشتون ہیں ان کو بھی گلہ اور کوئی تشویش نہ ہو۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ بے شک یہ بہتر پالیسی ہے لیکن اس پالیسی میں جو حکمت عملی واضح ہے اور اختیار کی گئی ہے اس میں قدرے تبدیلی اور سوچنے کی ضرورت ہے۔

میں اس سلسلے میں یہ کہوں گا اور جیسے میں نے پہلے کہا کہ یہ تقریر مکمل نہیں ہے وہ اس لئے مکمل نہیں ہے کہ 9/11 کی بات تو ہم کرتے ہیں لیکن 9/11 سے پہلے افغانستان کے سلسلے میں ہماری حکومت کی طرف سے جو پالیسی تھی، ہماری پارٹیوں کی جو حکمت عملی تھی اس کی بات کیوں نہیں کی گئی ہے؟ اس وقت تو یہی افغانستان کے لوگ تھے، یہی افغانستان کی سرزمین تھی، یہی طالبان تھے، ہماری حکومت کی جانب سے ان کے لئے برملا support تھی۔ ہماری سیاسی پارٹیوں کی support ان کے لیے موجود تھی اور یہاں تک کہ اس وقت جو سلسلہ تھا، جو ایک لڑائی تھی اور جو لاشیں بلوچستان آتی تھیں اور وہاں کے ہمارے سیاسی دوست برملا کہتے تھے کہ یہ لاشیں ہماری پارٹی کی ہیں اور ہم انہیں شہداء میں شمار کرتے ہیں۔ کوئٹہ میں بہت سے ایسے جلسے بھی ہوئے ہیں اور وہاں کے مذہبی سیاسی دوستوں کے جلسوں میں طالبان خطاب بھی کرتے تھے۔ اس وقت ایک school of thought جو سامنے آئی *talibanization* کے حوالے سے اور ہمارے مذہبی دوست برملا کہتے تھے کہ اس فکر کو ہم پورے ایشیاء میں بالخصوص پاکستان کے سرحد اور بلوچستان میں لاکر نافذ کریں گے۔ اس کے ساتھ آج ایک سوال پیدا ہو رہا ہے کہ آیا 9/11 سے پہلے کی جو پالیسی تھی حکومت کی جانب سے یا سیاسی پارٹیوں کی جانب سے وہ صحیح تھی یا آج جو کچھ ہو رہا ہے یہ صحیح ہے؟ یہ ایک سوال ہے۔ اگر وہ صحیح تھا تو یہ غلط ہے اگر آج کی یہ پالیسی صحیح ہے تو پہلے افغانستان میں جو ہوا ہے چاہے government کے حوالے سے ہوا یا سیاسی پارٹیوں کی طرف سے ہوا ہے میں سمجھتا ہوں وہ گناہ کبیرہ ہے۔ لہذا، حکومت کی موجودہ پالیسی درست پالیسی ہے۔ اس سے پہلے جو پالیسی تھی افغانستان کے سلسلے میں یا سیاسی پارٹیوں

کے انقلاب کے جو دعوے تھے وہ غلط تھے۔ کل بھی غلط تھے، آج بھی میں ان کو کہتا ہوں کہ وہ غلط ہیں۔ اس کے بعد بحث آتی ہے ہندوستان کی۔ یقینی طور پر اس وقت ہماری حکومت کی جانب سے ہندوستان کے ساتھ جو ایک روابط کا سلسلہ شروع ہے وہ ایک مثبت سلسلہ ہے لیکن بات یہ ہے کہ یہی ہندوستان تھا جس کے ساتھ ۵۴ سال تک کشمیر کے نام پر ہم نے تین بڑی باقاعدہ جنگیں لڑی ہیں۔ اس سلسلے میں تاشقند کا معاہدہ، شملہ سمجھوتہ اور لاہور کا سمجھوتہ یہاں تک کہ اسلام آباد کی بات آتی ہے۔ یہ تین معاہدے بھی ہوئے ہیں۔ اقوام متحدہ کی اسی کشمیر کے حوالے سے قرارداد بھی پاس ہوئی ہے۔ آگرہ میں ہمارے صدر پاکستان نے برملا کہا کہ اس وقت تک مشترکہ اعلان نہیں ہوگا جب تک کشمیر کے مسئلے کو سرفہرست نہیں رکھا جائے گا۔ لیکن یہ باتیں کہاں گئیں؟ یہ تین جنگیں کہاں گئیں؟ وہ معاہدے کہاں گئے؟ آگرے کی بات چیت کا کیا ہوا؟ کشمیر کا مسئلہ front line پر تھا، وہ کہاں گیا؟ آج ہم عالمی تناظر کی روشنی میں اس بات پر گئے ہیں کہ اب ہم جنگ سے عوام کے مسائل حل نہیں کرسکتے۔ جنگ مسائل کا حل نہیں ہے۔ مسائل کا حل بیٹھ کر تلاش کرنا چاہیے۔ لہذا ہم سمجھتے ہیں کہ آج جو بات چیت کا سلسلہ چلا ہے، وہ ایک مثبت سلسلہ ہے۔ اس مثبت سلسلے کو آگے لے کر چلنا چاہیے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ پارلیمنٹ میں اس مسئلہ پر open بحث ہونی چاہیے۔ اس سے پہلے جو ہماری پالیسی رہی ہے، اس میں کیا کمزوریاں تھیں، اس میں غلطیاں کیا تھیں۔ جب تک ہم اپنی غلطیوں اور کمزوریوں کو سامنے رکھ کر اپنی پالیسی وضع نہیں کریں گے یقینی طور پر ہم نے جو ماضی میں بھگتا ہے، وہ آئندہ بھی اس ملک کے چودہ کروڑ عوام بھگتیں گے۔

اگر میں انڈیا سے تعلقات اور بات چیت کا ذکر نہ کروں تو تقریر نامکمل ہے۔ انڈیا سے تعلقات کی بات کی گئی، یہ بہت اچھی بات ہے۔ بات چیت ہونی بھی چاہیے لیکن اسکے ساتھ ساتھ ماضی میں جو بات چیت کا سلسلہ رہا ہے، اس کی روشنی میں یہ واضح ہونا چاہیے کہ اس میں ہماری کیا کمزوریاں رہی ہیں اور کیا غلطیاں تھیں کہ جن کی وجہ سے آج ہم اس بات پر آئے ہیں کہ کشمیر کے مسئلہ کو front کی بجائے side کر دیا ہے۔ یہ بات نہیں ہے کہ ہم کشمیر کے مسئلہ سے دستبردار ہوئے ہیں۔ کشمیر سے ہم دست بردار نہیں ہوئے ہیں، کشمیر کی جگہ اب بھی وہی ہے۔ یہ وہاں کے عوام کی جنگ ہے، وہ اپنے حق خودارادیت کے حوالے سے اپنی جنگ لڑ رہے

ہیں جو ان کا حق ہے۔ یہ آج کی بات نہیں ہے۔ جب سے پاکستان بنا ہے، کشمیر کے عوام نے اسے پاکستان کے ساتھ منسلک کرتے ہوئے ایک سیاسی آواز اٹھائی ہے اور گزشتہ گیارہ بارہ سالوں سے اس مقصد کے لئے قربانیاں دے رہے ہیں یقینی طور پر دنیا کے کسی کونے میں کوئی بھی قوم، چاہے اس کا مذہب ہم سے الگ ہو، اگر اپنے حق کے لئے، اپنے حق خودارادیت کے لئے آواز اٹھاتی ہے، اس کی ہم حمایت کرتے ہیں یا جہاں بھی کوئی آواز اٹھاتا ہے، یقینی طور پر ہم اس کی حمایت کرتے ہیں۔ ہم جمہوریت پسند ہیں، ہم پارلیمنٹ پر یقین رکھنے والے ہیں۔ ہم بنی نوع انسان پر یقین رکھنے والے ہیں۔ ہم دنیا کے ہر کونے میں حق جمہوریت کی حمایت کرتے ہیں۔ اس وقت فلسطین کا مسئلہ ہے۔ وہاں پر بھی حق خودارادیت کی بات ہونی چاہیے، وہاں بھی اس چیز کی جنگ ہے۔ جب ہم فلسطین کو support کرتے ہیں، ہم دنیا میں جدوجہد کرنے والی دوسری قوموں کے حق خودارادیت کو support کرتے ہیں تو یقینی طور پر کشمیریوں نے جو شروع سے پاکستان کے ساتھ ایک ناطہ جوڑ رکھا ہے، ان کا ساتھ دینا چاہیے۔ یہ ایک اچھی بات ہے کہ آج ہندوستان سے تعلقات کو بہتر بنانے کے لئے کشمیر کے مسئلہ کو پہلے رکھا گیا ہے۔ ہم پہلے بھی یہ کرتے رہے ہیں۔ اب بھی ہم کشمیر کے مسئلہ پر ضرور لڑیں گے۔ لیکن ہندوستان کے ساتھ ہم جنگ کی طرف نہیں جائیں گے۔ ہم سیاسی پلیٹ فارم کی طرف جائیں گے۔ سیاسی تناظر میں بیٹھ کر اس مسئلہ کو حل کرنا چاہیے۔

Mr. Chairman: Please try to conclude.

سینیٹر مہیم خان بلوچ : اب جناب والا! میں ایٹمی توانائی کے متعلق بات کرتا ہوں۔ دنیا میں ثابت ہو گیا ہے کہ ناگاساکی اور ہیروشیما کے واقعات کے بعد امریکہ اس وقت سے اتنا زیادہ طاقت ور ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ اس وقت اس کے مقابلے میں سوویت یونین تھا، وہ بھی طاقت ور ملک تھا۔ ویت نام میں جنگ ہوئی، افغانستان میں اختلاف رائے ہوا لیکن کسی جگہ بھی ایٹم بم استعمال نہیں ہوا۔ میں کہتا ہوں کہ بم مسائل کا حل نہیں۔ہم یہ نہ سمجھیں کہ ایٹم بم کی وجہ سے ہم اپنے آپ کو بچائیں گے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ آج جنگ ایٹم بم کی نہیں ہے۔ ایٹمی جنگ کی بات نہیں ہے۔ آج جنگ، معاشی جنگ ہے۔ جو ملک معاشی نکتہ نگاہ

سے، جو ملک education کے لحاظ سے، جو ملک technology کے لحاظ سے آگے ہوگا، یقیناً وہ طاقت ور ملک ہوگا۔ جو ملک قومی معیشت کا مالک ہوگا، اس کی ریاست بھی قومی ہوگی تاہم ہماری جو ایٹمی توانائی ہے، اس کی کچھ اور وجوہات ہیں۔

جناب چیئرمین: مہیم صاحب! اپنی تقریر ختم کریں، آپ کا وقت ختم ہوگیا ہے۔

سینیٹر مہیم خان بلوچ: جناب والا! میں بھی ایک political worker ہوں، ایک پارٹی سے میرا بحیثیت سربراہ تعلق ہے۔ جس طرح سے دوسرے لیڈروں کو تیس منٹ دیئے گئے ہیں، اسی طرح مجھے بھی تیس منٹ کا وقت دیا جائے۔

جناب والا! میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے ہمسایہ ملک ہندوستان کی طرف سے پہل ہوئی۔ معروضی حالات میں، جغرافیائی حالات میں، ہم نے اس ملک کو مجبور کر دیا کہ وہ مذاکرت کی میز پر آئے۔ فوجی نکتہ نگاہ سے اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم ایٹمی طاقت کی طرف جائیں اور اس کے حوالے سے ظاہر بات ہے کہ ہمارے ملک میں ایک بہت بڑی قوت پیدا ہوئی۔ اور ہم نے ایٹمی توانائی حاصل کی۔ اب یہ ہمارے تشخص کا سوال ہے۔ دفاع کی بات نہیں ہے۔ ہم نے بنایا ہے تو اس کی حفاظت بھی ضروری ہے، اگر اس کی حفاظت سے ہم محروم ہوئے تو یقینی طور پر ہمارا جو ایک image بن چکا ہے، بحیثیت پاکستان کے ۱۴ کروڑ عوام اور مختلف قوموں کے حوالے سے، ملک کے حوالے سے جو تشخص بن چکا ہے وہ گر جائے گا۔ لہذا ہم اس وقت اس ایٹمی توانائی، اس جوہری طاقت کا ہر صورت میں دفاع کریں گے لیکن اس کی بقاء کے حوالے سے اس وقت جو مناظر سامنے آئے ہیں ان سے ہمیں تشویش ہے کہ اس کا بنانے والا، اس فارمولے کو بنانے والا، اس فارمولے کو عمل میں لانے والا ڈاکٹر قدیر ہے اور آج ڈاکٹر قدیر کو جس شکل میں، جس مقام پر، جس حالت میں ہم دیکھ رہے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس کی حالت تشویش ناک ہے، اس کا مستقبل تشویش ناک ہے، اس فارمولے کو بنانے والے اور عملدرآمد کرانے والے کی حالت تشویش ناک ہے تو یقینی طور پر اس نے ہمیں جو ایک ثمر دیا ہے، جو ہمیں ایک طاقت دی ہے، اس کی حفاظت بھی ہمارے لیے مشکل ہو جائے گی۔ لہذا یہ جو سلسلہ ہے جس کے بارے میں آج دنیا کہتی ہے کہ یہاں سے ایٹمی ٹیکنالوجی منتقل ہو چکی ہے،

اگر ڈاکٹر قدیر کی بات ہے تو میری درخواست یہ ہے کہ ڈاکٹر قدیر کو اس ملک میں کھلے عام عدالت میں پیش کیا جائے۔ وہ پیش ہو تاکہ یہ معلوم ہو کہ فرد جرم خالی اس پر اور اس کے پانچ چھ رفقائے کار پر ہے یا اس میں کوئی اور بھی شامل ہے۔ وہ سامنے آجائے گا۔ اس کی بجائے کہ وہ عالمی ادارے میں جائے۔ عالمی ادارے کے حوالے سے ہمارے لوگوں کے تحفظات ہیں۔ وہ عالمی ادارہ اس ملک کی بقاء اور سلامتی کے لیے خطرناک ہوگا۔ لہذا ہم کہتے ہیں کہ اس ایٹمی توانائی کی بقاء اور تحفظ اسی میں ہے کہ ڈاکٹر قدیرکو کھلی عدالت میں لایا جائے۔ اگر وہ ملزم ہے تو یقینی طور پر سرعام عدالت میں فیصلہ ہو، اگر نہیں تو جو جو اس سلسلے میں ملوث ہیں، وہ بھی سامنے آجائیں گے۔وہ سامنے آئیں گے تو وہ اس ملک کے لیے زیادہ بہتر ہے۔

اس کے بعد میں معیشت پر آتا ہوں۔ معیشت میں اس وقت یقینی طور پر ۱۲ ارب ڈالر کے قریب ہمارے سٹیٹ بنک میں موجود ہیں بلکہ ۱۴ ارب تک رپورٹ ہے۔ پتہ نہیں ۲ ارب پیچھے سے آرہے ہیں۔ مجھے اس کی معلومات نہیں ہیں۔میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ معیشت کی بنیادی اصلاحات ہوتی ہیں۔ سب سے بنیادی چیز قومی پیداوار ہے۔ملک کی exports ہیں۔ ظاہری بات ہے کہ اس سے ملک کو آمدنی ہوتی ہے، per capita income بڑھتی ہے، inflation کی بات آتی ہے، prices کی بات آتی ہے، ملازمت کی بات آتی ہے۔

(اس مرحلے پر ایوان میں عصر کی نماز کی اذان سنائی دی)

جناب چیئرمین: خان صاحب! پانچ منٹ کے بعد عصر کے لئے برخاست کریں گے ہم۔

سینیٹر مہیم خان بلوچ: جناب چیئرمین! یونیسف جو اقوام متحدہ کا ایک بہت بڑا ذیلی ادارہ ہے اس کی ایک رپورٹ چھپی۔ تھوڑا بہت میں نے اس ایوان کے اندر ذکر بھی کیا تھا لیکن ہمارے معزز فاضل رکن منسٹر شوکت عزیز صاحب یہاں نہیں تھے اس میں بالکل واضح کیا گیا تھا سارک ممالک کے مقابلے میں پاکستان کا مقابلہ قومی آمدنی میں۔ ہم سارک ممالک تمام کے تمام ترقی پذیر ممالک ہیں۔ تمام کے مقابلے میں ہماری قومی آمدنی کم ہے۔ ہماری inflation زیادہ۔ جو انفرادی سالانہ آمدنی وہ کم۔ یہاں prices زیادہ، یہاں بے روزگاری زیادہ، یہاں تعلیم کے حوالے

سے ratio کم'، یہاں صحت کے حوالے سے کم' infrastructure کم۔ صرف ایک بات میں پاکستانی آگے ہیں کہ تمام سارک ممالک کے مقابلے میں جو دفاعی اخراجات ہیں اہتمام کے مقابلے میں زیادہ ہیں باقی تمام چیزوں میں ہم کم ہیں۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ اس وقت ہماری مجموعی قومی پیداوار کی بات ہوتی ہے چار اور پانچ فیصد کے درمیان۔ لیکن یونیسف کی رپورٹ میں انہوں نے اوسطاً لکھا تھا کہ 1.6 ہے پاکستان کی۔ یونیسف، جس کی تردید بھی ہو چکی ہے' جو اقوام متحدہ کا ذیلی ادارہ ہے۔ ظاہری بات ہے کہ ہماری آبادی یہاں بڑھ رہی ہے۔ بے روزگاری زیادہ ہو رہی ہے۔ یہاں prices زیادہ ہو رہی ہیں۔ rate of education ہمارا کم ہے۔ infrastructure کم ہے تو یقینی طور پر ہم پیچھے ہیں۔ ہاں صرف یہ ہے کہ foreign currency لیکن foreign currency کی میں ایک بات یہاں کھلے ایوان میں کہتا ہوں کہ سٹیٹ بنک کے گورنر نے TV پر سرعام NDC کی briefing میں کہا کہ ہم نے چار ارب ڈالر پرائیویٹ مارکیٹ سے خریدے ہیں اور کس طرح خریدے ہیں کہ پرائیویٹ مارکیٹ کا جو ratio ہے ڈالر کے مقابلے میں دو روپے زیادہ دے کر ہم نے خریدے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ چار ارب ڈالر اگر آپ دو روپے کے حساب سے لیں گے تو آٹھ ارب پاکستان کے قومی خزانے کو نقصان ہوا ہے۔ یہ سٹیٹ بنک کی open statement ہے۔ ہمیں کیا ضرورت تھی کہ اتنا بڑا ہم نے نقصان اٹھایا ہے۔ ۔ روزگار پیدا ہو، مہنگائی کم ہو، وہ تو صرف deposit پڑا ہے۔ صرف یہ ہے کہ ہم نے کہا کہ ہم نے وقت سے پہلے اس دفعہ قرضہ ادا کیا ہے۔ میرے فاضل رکن ہیں اس وقت اس کا جواب نہیں دیں گے لیکن میں ان سے جواب ضرور مانگوں گا کہ آیا ان چار پانچ سالوں کے دوران یہ rescheduled قرضے کتنے ہوئے ہیں اور ان کی شرائط اور مدت کتنی ہے تاکہ ایوان کو معلوم ہو کہ یہ reschedule کتنے اور کن شرائط پر ہوئے ہیں۔ وہ اس لئے کہ پہلے کہتے تھے کہ تین چار سال میں ہم اپنے تمام قرضے ادا کریں گے لیکن ہماری معلومات کے مطابق جو reschedule ہوا ہے وہ پندرہ سال کے لئے، بیس سال کے لئے ، پچیس سال کے لئے ہوا ہے جس کا مطلب ہے کہ ہم آنے والے بیس پچیس سال کے لئے بھی مقروض ہیں اور مقروض رہیں گے۔ یہ بہت بڑی بات ہے معیشت کے نکتہ نگاہ سے۔

جناب چیئرمین: خان صاحب وقت کا خیال رکھیں۔

سینیٹر مہیم خان بلوچ: جی جناب۔ اس کے بعد بات آتی ہے ترقی کی۔ میں ایک بات کہتا ہوں کہ بلوچستان میں اس قدر ترقی کیوں ہوئی ہے؟ اگر گیس آئی ہے تو وہ بھی فوجیوں کے وقت میں آئی ہے۔ اب جو کچھی کینال کی بات ہے وہ بھی فوجیوں کے وقت میں۔ اگر میرانی ڈیم جو پہلے منظور ہوا تھا، کینسل ہوا۔ اس وقت منتخب گورنمنٹ تھی۔ اب بھی گوادر پروجیکٹ ہے لیکن ایک بات میں واضح کر دوں کہ یہ سکیم کے لحاظ سے بڑے میگا پروجیکٹ ہیں۔ ہمارے وزیر اعظم جن کا بلوچستان سے تعلق ہے، وہ بھی موجود ہیں۔ میں ان کے سامنے کہوں گا کہ بلوچستان سے گیس ملک کے تمام اداروں میں جیسے industrial field میں، agricultural field میں اور ہمارے گھروں میں پورے پاکستان میں جاتی ہے۔ اس وقت سندھ تو اپنی گیس استعمال کر رہا ہے لیکن اس سے پہلے سندھ میں بھی بلوچستان کی گیس استعمال ہوتی تھی۔ بلوچستان کو دس سال تک اس بات کی خبر نہیں ہوئی کہ گیس بلوچستان سے نکلی ہے۔ ہم جیسے students کراچی گئے اور ان سے پوچھا کہ بھئی گیس کیا چیز ہے؟ کہتے ہیں بھئی! یہ تو آپ کے بلوچستان میں ہے۔ کیا آپ کو خبر نہیں؟ یعنی بلوچستان میں کوئی چیز نکلی ہے لیکن ہمیں خبر تک نہیں ہوئی۔ چاہئیے تو یہ تھا کہ اس کی پائپ لائن کا رخ لاہور، کراچی اور پشاور سے پہلے کوئٹہ کی طرف ہوتا لیکن نہیں ہوا۔ پہلے کراچی کو ملی، لاہور کو ملی بعد میں پشاور کو ملی لیکن کوئٹہ کو بہت دیر کے بعد ملی۔ اس وقت بہت بڑے projects ہیں۔ بلوچستان کے عوام کو ان سے استفادہ کرنے کے مواقع دیئے جائیں۔ میں کہتا ہوں کہ بلوچستان کی مجموعی آبادی ستر لاکھ ہے جس میں اس آبادی کو آئندہ آنے والے بیس پچیس سالوں کے لئے کھپایا جا سکتا ہے۔ لیکن اس وقت تک حقیقت یہ ہے کہ وہاں جو زمینی حقائق ہیں، زمینی حقائق کے حوالے سے ہمیں by-pass کیا گیا ہے۔ جس کی میں ایک مثال دیتا ہوں کہ اس وقت Gawadar Port Authority ہے، Central government کے لوگ وہاں کام کر رہے ہیں، Gawadar Port Trust ہے۔ وہ بھی مرکزی ادارہ ہے وہاں جو صوبائی خود مختاری ہے اور Concurrent list کی خلاف ورزی ہے، جس کا میں آئینی لحاظ سے ثبوت پیش کرنے کو تیار ہوں کہ Gawadar Port میں ایسی

Authority بنائی گئی ہے جس کو Gawadar District میں پوری زمین کے معاملات کا بھی اختیار دیا گیا ہے کہ صوبائی حکومت سے پوچھے بغیر وہ حکومت کی زمین یا private زمین کو Gawadar Port کے حوالے سے جیسا مناسب سمجھیں اسے استعمال میں لا سکتے ہیں جو کہ صوبائی معاملہ ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ان میں بڑے گریڈ بیس، اکیس، بائیس تو اپنی جگہ پر، لیکن ان میں 23 افراد پرمشتمل ڈرائیور، چپڑاسی ہیں وہ بھی بلوچ تو اپنی جگہ پر بلوچستانی تک نہیں ہیں۔ کیا ہم ڈرائیوری کے قابل بھی نہیں ہیں، ہم چپڑاسی بننے کے قابل بھی نہیں ہیں؟

میں کہتا ہوں کہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ صدر پاکستان نے یہ mega projects start کئے ہیں۔ میں ان کو گوش گزار کرتا ہوں، ان کے خطاب کے حوالے سے کہ ہم آپ کے شکر گزار ہیں کہ یہ mega projects آپ نے شروع کئے ہیں۔ لیکن اسلام آباد میں ایک لابی ہے جو بلوچستان کو کبھی خوشحال دیکھنا نہیں چاہتی۔ وہ ایسے حالات پیدا کر رہی ہے جو کہ، صدر پاکستان نے جو محنت کی ہے، مشقت کی ہے اور جو پہل کی ہے، اس میں دراڑیں ڈالنے والی بات ہے۔ لہذا میری ان سے اپیل ہے کہ اپنے projects کے سلسلے میں بلوچستان کی جو پسماندگی ہے اور اس کی ضروریات ہیں، جو احساسات ہیں، جو جذبات ہیں ان پر صدر پاکستان نظر رکھیں اور ان چیزوں کی روک تھام کا بندوبست کریں تاکہ آنے والے دنوں میں وفاق کے اندر تمام چھوٹے صوبے بالخصوص بلوچستان میں اس قسم کے حالات نہ پیدا ہو جائیں۔

اس کے علاوہ میں یہ کہوں گا کہ اس ملک میں کوئی سسٹم نہیں ہے۔ سسٹم نہ ہونے کی وجہ سے اس ملک کے چودہ کروڑ عوام کو یہ مشکلات پیش آ رہی ہیں۔ اب سسٹم میں بنیادی چیز کیا ہے؟ ہم کہتے ہیں سسٹم میں بنیادی چیز یہ ہے کہ اس ملک کے اقتدار میں چودہ کروڑ عوام کی شرکت کو یقینی بنائیں۔ اس ملک کے وسائل میں اور وسائل کی تقسیم میں چودہ کروڑ عوام کا حصہ برابر ہو۔

نمبر ۲، جو صوبائی خود مختاری کی بات ہے، اس وقت تمام اختیارات اور Concurrent List کے حوالے سے مالیاتی اختیارات ہوں یا انتظامی ہوں، وہ مرکز کے پاس ہیں۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب چیئرمین: اجلاس نماز عصر کے لئے adjourn کیا جاتا ہے اور سوا چار بجے پھر re-assemble ہو گا۔

(The House was then adjourned for Asr prayers)

(وقفہ نماز عصر کے بعد اجلاس کی کارروائی زیرصدارت جناب چیئرمین محمد میاں سومرو شروع ہوئی۔)

جناب چیئرمین: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جی مہیم خان۔

سینیٹر مہیم خان بلوچ: جناب چیئرمین! مجھے کچھ وقت اور دے دیں کچھ پوائنٹ رہ گئے تھے۔

جناب چیئرمین: آپ کا ٹائم پورا ہو گیا تھا۔

سینیٹر مہیم خان بلوچ: جناب جو کچھ ہے اس کو میں conclude تو کرسکوں۔

جناب چیئرمین: نہیں، ہو گیا conclude.

سینیٹر مہیم خان بلوچ: جناب! آخر میں جو بنیادی چیز تھی وہ تو رہ گئی ہے۔

جناب چیئرمین: نہیں، آپ وقت کا خود خیال رکھیں۔ آپ کو آدھا گھنٹہ دیا تھا۔ میرا خیال ہے پورا ٹائم دیا ہے۔

سینیٹر مہیم خان بلوچ: میری درخواست ہے کہ میں اس کو conclude کروں۔

جناب چیئرمین: نہیں آپ کا اتنا ٹائم تھا اور آپ کو وقت کا پتا بھی تھا۔ ہم نے بڑے strictly time کو adhere کرنا ہے۔ لہذا آپ کی بڑی مہربانی، آپ تشریف رکھیں۔ جی پروفیسر غفور احمد صاحب۔

سینیٹر پروفیسر غفور احمد: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب چیئرمین! صدر مملکت کا پارلیمنٹ سے خطاب صرف ایک آئینی ضرورت ہی نہیں بلکہ قومی تقاضا بھی ہوتا ہے لیکن یہ خطاب نہ صرف یہ کہ ایک سال کی تاخیر سے ہوا بلکہ ہمیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ پارلیمنٹ کو مسلسل نظرانداز کیا جا رہا ہے۔ اہم معاملات اور حساس چیزیں پارلیمنٹ میں نہیں لائی جاتیں۔ ابھی تک

عمل میں نہیں آ سکی ہیں ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سینیٹ کے اجلاس آئینی مدت پوری کرنے کے لئے کئے جا رہے ہیں ۔ ایک سال کی مدت میں سینیٹ میں صرف ایک بل کا مسودہ پیش کیا گیا ۔ وہ بھی بین الاقوامی ثالثی کے بارے میں ہے جس کا براہ راست عوام کی زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ اس دوران جو چیز ہمیں محسوس ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ عوامی مسائل حل کرنے میں حکومت اور پارلیمنٹ جو کردار ادا کرسکتی تھی وہ نہیں کیا جا سکا ہے ۔ جناب چیئرمین! آپ اس بات کے خود شاہد ہیں کہ اس ایوان پر یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ حبیب بنک کی نج کاری سے قبل پارلیمنٹ کو پوری طرح اعتماد میں لیا جائے گا لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ میں پھر پوری شدت کے ساتھ یہ بات عرض کرتا ہوں کہ ۱۹۷۳ء کا آئین تو چھوٹے صوبوں کی معاونت اور تعاون کی وجہ سے متفقہ طور پر بن سکا تھا لیکن صوبوں کی آئینی خودمختاری میں مسلسل مداخلت کی جا رہی ہے، مزاحمت ہے اور ایک مخالفت کا سامنا ہے اور بعض صوبوں میں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اصل اختیار وزرائے اعلیٰ کے پاس نہیں بلکہ گورنر کے پاس ہے۔ اگر اس صورتحال میں بعض افراد انتہا پسندانہ تقاریر کریں تو میرے خیال میں ایک بہت بڑی ذمہ داری اس بات پر بھی عائد ہوتی ہے کہ صوبوں کو آئینی خودمختاری نہیں دی جا رہی ہے۔

جناب چیئرمین! خواتین ہمارے معاشرے کا مظلوم طبقہ ہے۔ ان پر زیادتیاں ہو رہی ہیں۔ ہمارا خیال یہ تھا کہ اس سال، ایک سال کی مدت میں خواتین پر زیادتیوں کا مداوا کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی قانون سازی کی جائے گی، کوئی اقدامات اٹھائے جائیں گے لیکن ایسا نہیں کیا گیا۔ پھر دوسری بات یہ ہے کہ ضلعی حکومتیں جو بہت دعووں کے ساتھ تشکیل پائی تھیں کہ اس سے عوامی مسائل حل ہوں گے لیکن آج اصل صورتحال یہ ہے کہ صوبائی حکومتوں اور ضلعی حکومتوں میں مسلسل تصادم ہے اور اس کا خمیازہ عوام کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔ جناب چیئرمین! پھر جو چیز پورے ملک کو پریشانی میں مبتلاء کئے ہوئے ہے وہ ہمارے ایٹمی سائنسدانوں کے ساتھ سلوک کا معاملہ ہے۔ آپ سب جانتے ہیں کہ ان کا جو حق ہے اپنی آپ جواب دہی کرنے کا، عدالتوں میں اپنے آپ کو پیش کرکے اپنی بات کہنے کا، وہ انہیں نہیں دیا گیا۔ مجھے افسوس ہے کہ لاہور ہائی کورٹ کے راولپنڈی بینچ نے جو فیصلہ دیا ہے وہ یک طرفہ فیصلہ تھا۔ اس میں سائنسدانوں کو سننے کا کوئی موقع نہیں دیا گیا۔ وہ عدالت کے سامنے پیش نہیں ہوئے۔ جناب والا! اگر سابق

صدر صدام سے ریڈ کراس کی ٹیم ملاقات کر سکتی ہے تو ہمارے ان بیچارے سائنسدانوں نے ایسا کون سا گناہ کیا ہے کہ ان کے اہل خانہ ان سے ملاقات نہیں کر سکتے؟

جناب چیئرمین! پھر فیصل آباد ٹیکسٹائل یونیورسٹی ہمارے ملک کا ایک بہت اچھا ادارہ ہے لیکن حکومت نے اسے اپٹما کے سپرد کیا ہے۔ پہلے وزارت صنعت کے تحت تھا۔ اب ان کا کام یہ ہے کہ فیسوں میں اضافے کریں اور وہاں ابھی تک کوئی وائس چانسلر بھی نہیں ہے۔ وہاں کے اساتذہ نے اور طلباء نے پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے احتجاج کیا لیکن اس وقت کوئی قائد ان کے پاس نہیں گیا تھا۔ مجھے خوشی ہے کہ حکومت نے اردو کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دے دیا لیکن وہاں بھی ابھی تک وائس چانسلر کی تقرری عمل میں نہیں آئی ہے۔ اس کے علاوہ مزدور جو ہماری معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں انہیں ٹریڈ یونین بنانے کا حق حاصل نہیں ہے۔ Public sector میں چلنے والے اہم ادارے جیسے پاکستان اسٹیل ہے، اگر وہاں مزدور ٹریڈ یونین بنانے کی بات بھی کرتے ہیں تو انہیں ملازمت سے برطرف کر دیا جاتا ہے۔ یہی معاملہ طلباء کا ہے۔ انہیں بھی یونین سازی کا حق حاصل نہیں ہے۔ ۲۰ سال سے یہ حق ان سے چھینا گیا ہے حالانکہ کھلے طور پر یہ بات لکھی ہے کہ طلباء کو اس بات کا اختیار ہے کہ وہ یونین سازی کریں۔ سپریم کورٹ نے فیصلہ دیا ہے کہ یہ ان کا حق ہے۔ میں بتانا چاہتا ہوں کہ ۲۰ سال کے عرصے میں جب سے طلباء یونین پر پابندی ہے تو تشدد کی وارداتیں تعلیمی اداروں میں بڑھی ہیں۔ اگر اس کا مقابلہ اس وقت سے کیا جائے جس وقت یونینیں تھیں تو وہاں تشدد کے واقعات اس سے بہت تھوڑے تھے لیکن ظاہر بات ہے کہ یہ حق ابھی انہیں نہیں دیا جا رہا ہے جو حکومت وقت انہیں دے سکتی تھی۔

NGOs کو کھلی آزادی ہے۔ نہ ان کی رجسٹریشن ہے، نہ ان کے کام کو regulate کرنے کے لئے کوئی ضابطے ہیں اور وہ جو چاہتے ہیں ملک میں کرتے ہیں۔ پھر ایک اہم بات جو بار بار کہی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ حاضر اور ریٹائرڈ فوجی افسران کو اعلیٰ اور کلیدی عہدوں پر بہت بھاری معاوضے پر سول محکموں میں رکھا جا رہا ہے۔ میں جناب والا، یہ عرض کروں گا کہ فوج پروری تو اقرباء پروری سے زیادہ گھناؤنا جرم ہے۔ ملک کی بہت بڑی آبادی صحت اور تعلیم کی سہولتوں سے محروم ہے۔ غربت کی سطح سے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں۔18 ملین افراد کی آمدنی دو ڈالر یومیہ

سے بھی کم ہے۔ آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ وہ اپنے اور اپنے گھر والوں کے اخراجات اس سے کیسے پورے کر سکتے ہیں۔ گرانی' بے روزگاری اور بدامنی نے لوگوں کی زندگیوں کو اجیرن بنا دیا ہے۔

جناب والا! آپ جانتے ہیں کہ اسی اسلام آباد شہر میں آپ سے بہت نزدیک چند روز پیشتر پولیس نے تاجروں پر لاٹھی چارج کیا' shelling کی' گرفتاریاں کیں' ان کا سامان ضبط کیا۔ ان کا گناہ یہ تھا کہ انہوں نے تجاوزات قائم کی ہوئی تھیں۔ میں CDA کے افسران سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب یہ تجاوزات قائم کی جا رہی تھیں' اس وقت وہ کہاں سوئے ہوئے تھے' اس وقت انہوں نے ان کو کیوں نہیں روکا؟ اخبارات میں یہ فوٹو دیکھ کر ہمیں بہت دکھ ہوا کہ ہمارے policemen ان تاجروں کو ٹھوکریں مار رہے تھے۔

اس کے علاوہ عوام کو لوٹنے کے لئے صنعتی اور تجارتی اداروں نے لاٹری کی سکیمیں شروع کی ہوئی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس میں حصہ لیں اور کروڑ پتی بن جائیں۔ حلال کی کمائی کی بجائے لوگوں کو فریب دیئے جا رہے ہیں اور مجھے بہت دکھ ہے کہ ریڈیو پاکستان اس میں پیش پیش ہے۔ ہر دو منٹ کے بعد وہاں سے یہ اعلان ہوتا ہے کہ آپ 12.06 روپے فی منٹ telephone call کیجیئے اور لاٹری میں حصہ لینے والے لوگوں میں اپنے آپ کو شامل کروا لیجیئے۔ اس طرح فون کرنے سے آپ دوبئی کے ٹکٹ' رنگین TV اور VCR کی قرعہ اندازی میں حصہ لینے کے حق دار بن جائیں گے۔ جناب والا! یہ قرعہ اندازی خالصتاً جواء ہے اور یہ بات دکھ کی ہے کہ ریڈیو پاکستان اس جوئے میں شامل ہے۔

جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ 12 اکتوبر 1999 کا اقدام اور فوجی حکومت کا قیام بلاجواز تھا۔ 20 اپریل کا ریفرنڈم جو نہ صرف آئین کے مطابق نہیں تھا بلکہ میں نے اور دیگر سب نے یہ بات دیکھی ہے کہ اس ریفرنڈم میں فوج' ایجنسیوں' گورنروں' کور کمانڈروں' سرکاری اہلکاروں اور ضلعی حکومتوں کے عہدیداروں نے کھلم کھلا حصہ لیا ہے اور ظاہر بات ہے کہ یہ آئین' قانون اور ضابطوں کی کھلم کھلا خلاف ورزی تھی۔ اپنی کمزور پوزیشن کو تقویت دینے کے لئے یکم جنوری کو اعتماد کا ووٹ لیا لیکن یہاں 1070 ووٹوں میں سے جناب صدر کو صرف 658 ووٹ مل سکے جو کل ووٹوں کی تعداد کا صرف 56 فیصد ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ صوبہ سرحد میں

124 ووٹروں میں سے صرف 30 نے حمایت میں ووٹ دیا جب کہ 94 افراد غیر حاضر تھے یا انہوں نے ووٹ نہیں دیا۔ اسی طرح سے صوبہ بلوچستان میں 65 افراد میں سے صرف 28 نے حمایت میں ووٹ دیا جب کہ 37 افراد غیر حاضر تھے یا انہوں نے ووٹ نہیں دیا۔ اس طرح جناب صدر کو دو صوبوں سے اعتماد کا ووٹ نہیں مل سکا۔

جناب والا! میں پھر چاہوں گا کہ آپ یہ دیکھیں کہ 17 جنوری سے چند دن پیشتر اور اس دن کے حالات کیا تھے۔

(مداخلت)

Mr. Chairman: No interruption please.

سینیٹر پروفیسر غفور احمد: 17 جنوری کو صدر صاحب کا خطاب ہوا ہے اور 15 جنوری کو ڈیزل اور مٹی کے تیل کی قیمتوں میں اضافہ کیا گیا۔ کراچی میں بم کا دھماکہ ہوا جس میں 30 افراد زخمی ہوئے اور 16 گاڑیاں تباہ ہوگئیں۔ خطاب کے دن 17 جنوری کو کوئٹہ کے نواح میں ایک مدرسہ پر چھاپہ مار کر 31 طلبا کو گرفتار کر لیا گیا اور خطاب کے دن PIA کی دو پروازیں، PK-356 اور PK-362 کو اسلام آباد ایئرپورٹ اترنے نہیں دیا گیا۔ اس میں سید خورشید شاہ، تہمینہ دولتانہ، راحیلہ قاضی ممبران قومی اسمبلی سوار تھے۔ 17 جنوری کو اسلام آباد ایک قلعہ بند شہر تھا۔ اسلام آباد آنے کے سارے راستے بند کر دیئے گئے تھے اور پارلیمنٹ ہاؤس اور اطراف کی عمارتوں پر مشین گنیں نصب تھیں۔ جناب چیئرمین! میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ صدر کی protection ہونی چاہیے، اس کے لئے حفاظتی اقدامات ہونے چاہییں بالخصوص اس صورت حال میں جب ماضی میں ان پر قاتلانہ حملے ہو چکے ہوں لیکن میں یہ بھی عرض کروں گا کہ ہمیں یہ بتایا جائے کہ کیا پاکستان کے شہریوں کو زندہ رہنے کا حق حاصل ہے یا نہیں۔ کیا یہ کیڑے مکوڑے ہیں کہ انہیں کچل دیا جائے۔ کتنے افراد ہیں جو روزانہ مختلف حادثات میں جاں بحق ہو جاتے ہیں اور حکومت ان کی protection کے لئے کیا اقدام کرتی ہے؟

جناب چیئرمین! توقع یہ تھی کہ صدر صاحب حکومت کی ایک سال کی کارکردگی کا جائزہ لیں گے، اس کی کوتاہیوں پر تنقید کریں گے اور آئندہ کے لئے کچھ ہدایات دیں گے لیکن ان

کی پوری تقریر مجھے اس چیز سے خالی نظر آتی ہے۔ انہوں نے چار خطرناک الزامات کی نشاندہی کی ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ چاروں خطرات کا ہمیں سامنا ہے لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ حکومت کے غیر دانشمندانہ اور غیر حکیمانہ اقدامات اور بیانات نے ان الزامات کو مزید تقویت دی ہے۔ پہلا الزام یہ ہے کہ قبائلی علاقوں سے افغانستان میں ----

جناب چیئرمین: وقت کا خیال رکھیئے۔ وقت ختم ہو رہا ہے۔

سینیٹر پروفیسرغفور احمد: کتنا وقت ہوا ہے۔ مجھے بتا دیجئے۔

جناب چیئرمین: بارہ منٹ۔

سینیٹر پروفیسرغفور احمد: نہیں، ابھی تو میرا خیال ہے کہ اتنا وقت نہیں ہوا۔ پندرہ منٹ سے زیادہ نہیں لوں گا۔ پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ قبائلی علاقوں میں فوجی ایکشن کیا گیا۔ جنوبی وزیرستان میں کئی آپریشن ہو چکے ہیں۔ ایک آپریشن کل بھی وانا میں ہوا ہے اور اس سے پہلے آپریشن میں ہمارے چار فوجی شہید ہو چکے تھے۔ کتنے لوگ گرفتار کیے گئے، وہاں کتنے لوگ ہلاک کیے۔ جناب چیئرمین! میں نے آپ کی خدمت میں سوال بھیجا تھا کہ ہمیں یہ بتایا جائے کہ جنوبی وزیرستان میں کون لوگ گرفتار ہوئے ہیں۔ ان کے کوائف کیا ہیں؟ کیا یہ ثابت ہو گیا ہے کہ ان کا تعلق القاعدہ یا طالبان سے تھا؟ آپ نے اس سوال کو chamber میں kill کر دیا اور یہاں نہیں آنے دیا گیا اس وجہ سے کہ یہ حساس معاملہ ہے۔ جناب والا! میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ اگر حساس معاملے یہاں سینیٹ کے floor پر discuss نہیں ہو سکتے تو کون سا دوسرا forum ہے جہاں حساس معاملوں کو زیر بحث لا سکتے ہیں۔

دوسرا الزام یہ ہے کہ پاکستان کشمیر لائن پر مقبوضہ کشمیر میں دہشت گردی پھیلا رہا ہے لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ حقیقت یہ ہے کہ گزشتہ برسوں سے بھارت کی سات لاکھ درندہ فوج کشمیریوں پر ظلم کے پہاڑ ڈھا رہی ہے۔ تقریباً ایک لاکھ کشمیریوں کو شہید کیا جا چکا ہے۔ سید علی گیلانی اور حریت کانفرنس کے دوسرے راہنماؤں پر قاتلانہ حملے کیے گئے۔ سیکورٹی کونسل کی قرارداد کے باوجود بھارت یہ کہتا ہے کہ کشمیر ہمارا اٹوٹ انگ ہے۔ بھارت نے مزاحمتی تحریک کو دنیا بھر میں دہشت گردی ثابت کر دیا لیکن ہمارا رویہ معذرت خواہانہ ہے اور ہم بار بار یہی بات کہہ

رہے ہیں کہ اپنی سر زمین کو ہم دہشت گردی کے لیے استعمال نہیں ہونے دیں گے۔

تیسرا الزام یہ ہے کہ پاکستان جوہری ہتھیاروں کے پھیلاؤ کا مرتکب ہوا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ کوئی حکومت اور کوئی فوج کبھی بھی ماضی میں اس کی مرتکب نہیں ہوئی ہے لیکن حکومتی بیانات نے اس الزام کو بھی تقویت دی ہے۔ تقریباً ایک درجن ایٹمی سائنسدانوں کو ساتھ لیکر خفیہ debriefing کی جا رہی ہے اور پھر ڈاکٹرعبدالقدیر کا TV پر آنا، اعتراف جرم کرنا، معافی طلب کرنا، رحم کی درخواست کرنا، اس سب نے یہ ثابت کر دیا کہ ہمارے ایٹمی سائنسدان اور اس کے جو founder ہیں وہ اس کے مرتکب ہوئے ہیں لیکن کیا ہمارے ان سارے اقدامات سے لوگوں کا رویہ نرم ہو گیا۔ میرے خیال میں ان کا رویہ مزید سخت ہوا ہے۔

جناب والا! میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ صدر بش نے ابھی بیان دیا ہے کہ ہم ڈاکٹر قدیر کے نیٹ ورک کو تباہ کرکے دم لیں گے۔ انہوں نے کہا ہے کہ ان کا جو material ہے اس پر ہم قبضہ کریں گے۔ ان کے اثاثوں کو ہم منجمد کریں گے۔ یہ وہ خطرناک عزائم ہیں جن کا اظہار امریکہ کے صدر بش نے کیا ہے۔ کولن پاول نے کہا کہ ڈاکٹر قدیر کی معافی مشروط ہے، ہم خود ان کے ساتھ سختی سے نمٹیں گے۔ برطانوی وزیر خارجہ Jack Straw نے کہا کہ ایٹمی پھیلاؤ کے خطرے سے بچاؤ کے لیے مشترک اقدامات ضروری ہیں۔ یعنی پاکستان اس کے لیے کافی نہیں ہے۔ یورپی یونین نے ابھی حال ہی میں بالکل صاف طور پر یہ مطالبہ کیا ہے کہ پاکستان اپنا ایٹمی پروگرام مشترکہ حفاظتی انتظام میں دے دے۔ بھارتی آرمی چیف نے بھی یہی بات کہی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بہت بڑا خطرہ ہے جس سے ہم دوچار ہیں۔ ایٹمی پھیلاؤ کے نیٹ ورک میں جو 84 سے زیادہ corporations ملوث ہیں ان میں سے زیادہ کا تعلق امریکہ اور مغربی ممالک سے ہے۔ اقوام متحدہ کی ایٹمی توانائی کے بارے میں کمیٹی نے اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ امریکہ، جاپان، جرمنی، ہالینڈ، آسٹریلیا سمیت دس ممالک ہیں جو اس پھیلاؤ کے مرتکب ہوئے ہیں --

جناب چیئرمین: غفور صاحب! آپ کے last دو منٹ رہ گئے ہیں۔

سینیٹر پروفیسر غفور احمد: امریکہ کا Defence Department اور پینٹاگون اسلحہ کی فروخت کے سب سے بڑے ذرائع ہیں۔ ہماری حکومت اور GHQ نے کبھی یہ کام نہیں کیا ہے۔

جناب والا! چوتھا الزام یہ ہے کہ پاکستان کا معاشرہ انتہاء پسندانہ اور غیر ذمہ دارانہ ہے۔ جناب اس الزام کو بھی ہم نے تقویت دی ہے۔ پچاس سے زیادہ افراد کو پکڑ کر غیرملکوں کے حوالے کیا گیا ہے۔ اسی بنیاد پر چھاپے مارے جاتے ہیں۔ کل بھی لاہور میں ایک دینی مدرسے پر چھاپہ مار کر وہاں کے معلم کو گرفتار کیا گیا ہے۔ اس کے باوجود International Crisis Group نے یہ کہا ہے کہ صدر مشرف مدرسوں سے انتہاپسندی ختم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے ہیں۔ دوسرے ممالک کے طلباء جو پاکستان میں تعلیم حاصل کر رہے تھے، وہ یہاں سے چلے گئے اور وہ مسلم ممالک جو یہاں پر فلاحی کام کر رہے تھے، انہوں نے اپنا کام سمیٹ لیا۔ یہ الزامات ہمارے لیے ایک چیلنج ہیں۔

جناب چیئرمین: پروفیسر صاحب! تشریف رکھیئے، وقت ختم ہو گیا ہے۔

سینیٹر پروفیسر غفور احمد: جی میں ختم کر رہا ہوں۔ صدر صاحب نے ہمیں مشورے دیئے ہیں۔ میں جناب والا! یہ عرض کروں گا کہ اب بھی ان کے سامنے اوّلین ترجیح National Security Council کی تشکیل ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ خیال وہ اپنے دل سے نکال دیں جس طرح صدر صاحب نے بھی مشورے دیئے ہیں، میں حکمرانوں کو بھی چند مشورے دیتا ہوں۔ پہلی بات یہ ہے کہ افواج پاکستان اپنی تمام تر توجہ دفاع پاکستان پر صرف کرے۔ دوسرا، مارشل لاء لگانے کا خیال اپنے دل سے نکال دیں۔ تیسرا پارلیمنٹ کو دفاع اور حساس معاملوں میں پوری طرح اعتماد میں لیا جائے۔ چوتھے، زیر حراست سائنسدانوں کے معاملات اعلیٰ عدالتوں میں پیش کئے جائیں۔ ڈاکٹر عبد القدیر خان کو ہسپتال منتقل کیا جائے اور انھیں رسوا کرنے کی پالیسی ترک کی جائے۔ پانچویں، حکومت اپنے غیر پیداواری اخراجات کو کم کرے اور یہ رقم عوامی فلاح و بہبود کے کاموں میں صرف کی جائے اور چھٹے، یہ کہ شہریوں، محنت کشوں اور طلباء کو ان کے آئینی حقوق دیئے جائیں اور تعلیمی اداروں کے معاملات ترجیحی بنیادوں پر حل کئے جائیں۔ جنرل مشرف صاحب عقلمندی کا ثبوت دیں، کمزور سہاروں کا بھروسہ نہ کریں، پارلیمنٹ کو نظر انداز کر کے وہ

خود کو کمزور نہ کریں۔ خوفناک الزامات کا مقابلہ قوم، دینی، سیاسی جماعتیں اور منتخب حکمران کر سکتے ہیں ۔ محض رسمی رویہ اور ہمدردانہ طریقہ مسائل کو حل نہیں کر سکتا۔ بہت شکریہ جناب والا۔

Mr. Chairman: Mr.Babar Ghouri.

سینیٹر بابر خان غوری : شکریہ جناب چیئرمین! میں absent تھا اور آج ہی آیا ہوں۔ میں پہلے تو خراج تحسین پیش کرتا ہوں ہمارے مرحوم جناب لالیکا صاحب کو۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آج صدر صاحب کے خطاب کے حوالے سے جو بحث چل رہی ہے اس کا آغاز میں اس طرح کرونگا

مشرف کے دو مکوں سے دشمن بھی گھبرائے ہیں
ہمت بھی ہے طاقت بھی ہے عزم بھی ہے ان مکوں میں
مخالفوں کے دعوے سب رہ گئے ادھورے
اس نے تو بڑے ناز سے جلوہ پارلیمنٹ میں دکھایا

تو بات یہ ہے جناب چیئرمین! کہ آج جس مسئلے پر ہم بیٹھے ہیں تو صدر صاحب نے جو بھی بات کی میں سمجھتا ہوں کہ وہ ایک آئینہ تھا اور جو حقائق تھے وہ بتائے ۔ کوئی جھوٹے وعدے نہیں کئے گئے۔ کوئی جھوٹی باتیں نہیں بتائی گئیں۔ کوئی سنہرے سپنے نہیں دکھائے۔ ہونا یہ چاہیئے تھا کہ جو موجودہ صورتحال ہے اور جو حقیقت پاکستانی پیش کر رہے ہیں------- جو چار باتیں بتائیں، ابھی ہمارے غفور صاحب نے اس پر کہا کہ یہ خطرات جو ہیں وہ حکومت کی غلط پالیسی کی وجہ سے ہیں ۔ میں یہ کہتا ہوں کہ جو موجودہ حکومت ہے اس کے پہلے تین سال گزرے جس میں حفیظ شیخ صاحب تھے، شوکت عزیز تھے، زبیدہ جلال تھی، نثار میمن تھے، خود آپ گورنر سندھ تھے، کوئی ایک case پوری Opposition کو میں دعوت دیتا ہوں، ایک کیس کرپشن کا وہ دکھادیں کہ ان کی ٹیم نے کیا ہو۔

Mr. Chairman: No interruption please.

سینیٹر بابر خان غوری : آپ نے جو کہا ہم نے سنا۔ سنیں، جواب دیجئے گا اپنی تقریر میں۔ ضروری نہیں ہے کہ آپ میری بات سے متفق ہوں لیکن حقائق جو ہیں وہ لگ رہا ہے بالکل

صحیح فٹ ہو رہے ہیں۔ بات یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی ملکی ترقی کے لئے کام کرتا ہے------ وہ تین سالہ دور پیمانہ تھا' اس دور میں اگرکسی بھی دن کوئی غلط کام ہوا ہوتا تو یہ floor پر لے کر آتے۔ کوئی corruption ہوتی تو یہ floor پر لے کر آتے' کوئی ایسا کام جو پاکستان کے لئے نقصان دہ ہوتا تو وہ floor پر لے کر آتے لیکن نہیں لائے اس کا مطلب ہے کہ وہ تین سالہ دور پاکستان کی ترقی کا دور تھا اور اس کے بعد جب جمہوریت وجود میں آئی اور جمالی صاحب' ہمارے پرائم منسٹر صاحب جو یہاں بیٹھے ہیں اگر ان کی طرف سے کوئی غلط کام ہوتا تو یہ floor پر لاتے' صدر صاحب کی طرف سے ہوتا تو یہ لاتے۔ لیکن آج تک اس حکومت کے پچھلے دور میں اور اگلے دور میں کوئی ایسے کام نہیں ہوئے کہ کسی نے Swiss account کھولا ہو' کسی نے commission کھائے ہوں لیکن یہ باتیں بھی ان کو سمجھ میں نہیں آتی ہیں کہ یہ پاکستان کی بہتری کے لئے ہیں' پاکستان اس سے ترقی کر رہا ہے۔ آج پاکستان کے reserves گیارہ بلین سے cross کر گئے ہیں تو یہ تو اچھی بات ہے' بارہ بلین پر پہنچ گئے ہیں' ساڑھے بارہ پر پہنچ گئے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ اگر اچھی چیز ہو رہی ہے' ملک ترقی کر رہا ہے' ملک مضبوط ہو رہا ہے تو کیا problem ہو رہی ہے۔ یہ حکومت' جس نے سب سے زیادہ crisis کو جھیلا۔ ایک غیرمسلم مسلمان ہو گیا۔ اس سے پوچھا گیا کہ بھئی تم خدا تعالیٰ پر کیسے ایما نلائے' کیا ایسی بات تھی؟ اس نے کہا میں پاکستان گیا تھا اور پاکستان کی جو صورت حال دیکھی تو میں نے سوچا کہ اس کو خدا ہی چلا رہا ہے لیکن یہ تو اس آدمی کا ایک قصہ ہے جو سچ ہے یا غلط ہے لیکن اس حقیقت پرہمیں پورا اور کامل یقین ہے کہ خدا تعالیٰ ہے اور وہ کائنات کو چلا رہا ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہے' ہمارا اس پر ایمان ہے اور یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو پتا ہوتا ہے کہ آنے والا وقت کیسا ہے تو وہ اسی طرح کے بندے لے آتا ہے۔ Man of crisis پرویزمشرف صاحب کے آنے کے بعد 9/11 کا واقعہ' افغانستان کے واقعات' عراق کی جنگ' انڈیا پاکستان کے relations اور atomic معاملات جو اب ہو رہے ہیں یعنی پھیلاؤ کے مسائل' یہ سب پیش آئے اور بڑی خوبصورتی سے ان کا مقابلہ کیا اور پوری قوم کو اس سے نکال کے لے گئے۔

میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں صدر صاحب اور وزیر اعظم صاحب کو خراج تحسین پیش کرنا

چاہئے ۔ اب اگر ہم ان چیزوں میں پھنس جاتے تو دشمن خوش ہوتے اور اگر ہم ان سے نکل گئے ہیں تو ہمیں خوشی ہونی چاہیئے، ہمیں تنقید نہیں کرنی چاہیئے۔ آج یہ وقت آ گیا ہے کہ پوری دنیا ہمارے پیچھے ہے تو ہمیں تنقید برائے تنقید نہیں کرنی چاہیئے۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ حکومت میں کوئی چیز غلط ہو رہی ہے تو آپ بیٹھیں ، بیٹھ کر بات کریں لیکن باہر بیٹھ کر اس قومی راز کو افشا کرنا کہ جی atomic معاملات فلاں فلاں نے پھیلائے۔اس کی تحقیقات کی جائے۔ اس کا مطلب ہے کہ حکومت کے راز، جو آپ کے پاس امانت ہیں ان میں خیانت ہو رہی ہے۔ اس کا قوم کو اور پاکستان کو بہت بڑا نقصان ہو گا۔ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔

ہمارے پاکستان کو ، جیسے میں نے پہلے بھی کہا ہے، جتنی آج یک جہتی کی ضرورت ہے اس سے پہلے کبھی نہیں تھی۔ اب پھر یہ کہا جا رہا ہے کہ جی کمانڈو پہ کمانڈو۔ بھئی کمانڈو پہ کمانڈو کون ہیں؟ آپ وہ بات کر رہے ہیں کہ جو ضیا الحق کے دور میں آپ Ministries میں تھے، کمانڈو کے کندھے پر بیٹھ کے آپ Ministries کے مزے لوٹ رہے تھے۔ اگر وہ بات کہنی ہے تو ٹھیک ہے اور اگر کوئی خاتون کھڑی ہوتی ہے کہ کمانڈو پہ کمانڈو تو ہاں یہ کمانڈو ہی کمانڈو ہیں ان ہی کی وجہ سے آج یہ خواتین اس ایوان میں آئی ہیں تو کیا problem ہے؟

ابھی غفور صاحب نے یہ کہا کہ خواتین کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں جتنا خواتین کا احترام اور جتنے حقوق خواتین کو اس حکومت میں مل رہے ہیں، اس سے پہلے نہیں ملے تھے اور اس کی گواہی خود موجود ہے۔ ان کی پارٹیوں کی خواتین خود یہاں پر موجود ہیں، اسی کوٹے پر جو LFO کے تحت خواتین کی سیٹیں پارلیمنٹ میں بڑھائی گئیں۔ خواتین کے ساتھ اگر زیادتی ہو رہی ہے تو آپ کر رہے ہیں۔ آپ کو چاہیئے تھا کہ وہ سیٹیں عام خواتین تک جاتیں۔ آپ کے خاندان میں وہ سیٹیں آگئیں، کوئی کسی کی بہن، کوئی کسی کی بیٹی کوئی کسی کی بیوی۔ عام خواتین کو فائدہ تو انہوں نے پہنچایا جو یہاں بیٹھے ہوئے لوگ ہیں۔

بات یہ ہو رہی ہے کہ آپ حقائق کو نہیں چھپا سکتے۔ حقائق کو کوئی بھی نہیں چھپا سکتا۔ حقائق کھل کے سامنے آ چکے ہیں۔ عوام کے سامنے تمام picture موجود ہے کہ آپ جمہوریت کی بات کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں اس تین سالہ دور میں جب یہ ایوان نہیں تھے تو ہم نے نہیں دیکھا کہ کسی سیاسی کارکن کو قتل کے مقدمے میں ملوث کرکے ڈال دیا گیا ہو یا لاٹھی

چارج کیا جا رہا ہو یا گھوڑے دوڑائے جا رہے ہوں۔

ان سیاسی حکومتوں میں عوام کی سب سے بڑی چیز کیا ہوتی ہے؟ حکومت کے اوپر عوام کا اعتماد۔ وہ اپنی امانتیں بنکوں کے اندر رکھواتے ہیں۔ آپ نے ان کی امانت میں خیانت کر دی۔ ڈالر account freeze کیوں کیا۔ کونسا خیال کیا آپ نے؟ کیا یہ امانت میں خیانت نہیں تھی؟ یہ کیا جمہوری نظام تھا؟ آج مجھے بتائیے کوئی ایسا واقعہ ہوا ہو کہ عوام کے ساتھ زیادتی کی گئی ہو۔ کوئی ایک آدمی کھڑا ہو کے کہے کہ میرے ساتھ یہ زیادتی کی گئی ہے۔ آپ نے اپنے جاننے والوں کے اکاؤنٹ تو پہلے باہر بھیج دیئے۔ اب پاکستانی عوام نے خمیازہ بھگتا کہ جی آپ صبح اٹھے تو پتہ چلا کہ ان کے account freeze کر دیئے گئے۔

جمہوریت کی بات یہ ہوتی ہے کہ آپ مشرف صاحب سے یہ کہتے ہیں کہ جی آپ ایوان کے اندر LFO کے معاملات لے کے آئیں۔ وہ لے کے آتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں عوام سے اعتماد کا ووٹ لیں۔ 54% ووٹ لے لئے۔ ارے بابا لے تو لئے، اکثریت تو آگئی۔ گول field ہو یا penalty stroke سے ہو، گول گول ہوتا ہے، count گول ہوتا ہے۔ آپ کی 54% اکثریت آئی؟ اگر آپ یہ سمجھتے تھے، جمہوریت کی بات آپ کرتے ہیں تو جمہوریت کا مطلب یہ ہے کہ عددی اکثریت اگر کسی کو ملتی ہے تو جیت اس کی ہوگئی۔ کسی نے ایک گول کیا ہے، کسی نے دو کئے ہیں۔ جس نے دو کئے ہیں وہ جیتے گا۔ آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس نے نو گول کیوں نہیں کئے، دس گول کیوں نہیں کئے۔

بات یہ ہو رہی ہے کہ آپ اپنی باتوں کے اندر خود وہ اعداد پیش نہیں کر پا رہے کہ اگر کسی نے آپ کی ہی بات پر اگر جمہوریت کی بات کی، جمہوریت پہلے بھی تھی 2/3 majority میں کیا ہوا؟ صبح ابا جی نے کہا کہ کھانوں پر پابندی لگا دو۔ اب parliamentarians کو یہ پتا تھا، میں خود 97 کی اسمبلی میں موجود تھا، خود ان کے ایم این اے بتاتے ہیں کہ ہمارے علم میں نہیں تھا، اچانک صبح پتہ چلا کہ جی کھانوں پر پابندی ہے۔ لاکھوں لوگ بے روزگار ہوگئے۔ پولٹری فارمز والے گھر بیٹھ گئے۔ جو بیرے تھے بیچارے وہ گھر بیٹھ گئے، زری کا کام کرنے والے گھر بیٹھ گئے۔ لائٹ ڈیکوریشن والے گھر بیٹھ گئے۔ آپ کے اندر کون سی جمہوریت تھی۔ کیا وہ پارلیمنٹ میں آیا، ہم یہ فیصلہ کرنے جا رہے ہیں۔ کیا اپنے ایم این ایز کی کوئی میٹنگ بلائی کہ ہم یہ

فیصلہ کرنے جا رہے ہیں؟ میں سمجھتا ہوں کہ اس جمہوریت سے آج جمہوریت بہت بہتر ہے۔ یہ دنیا دیکھ رہی ہے، عوام دیکھ رہی ہے۔ کہ کس طریقے سے پاکستان ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہے۔

آپ جہاں تک افغانستان کی بات کرتے ہیں کہ افغانستان کے اندر زیادتی ہو رہی ہے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ آپ لوگوں نے پاکستان کے اندر افغانستان والا معاملہ اٹھایا۔ آج ہر الزام امریکہ پر جاتا ہے۔ دیور بھابھی کی لڑائی امریکہ نے کروا دی۔ ساس بہو کا جھگڑا امریکہ نے کروا دیا۔ بھئی آپ اپنے آپ کو کیوں نہیں دیکھتے۔ اس وقت جب افغانستان کے اندر امریکہ نے آپ کو استعمال کیا، سوٹ کیس بھر بھر کے ڈالر آرہے تھے، اس وقت آپ امریکہ کے گانے گا رہے تھے۔ اس وقت آپ پاکستان کے نوجوانوں کو، جن کو دنیا کی ترقی یافتہ قوم بننے کے لئے تعلیم کی ضرورت تھی، آپ نے کلاشنکوف پکڑا کر افغانستان میں بھیج دیا کہ جہاد کرو۔ اپنے بچوں کو تعلیم امریکہ کے اندر دلوا رہے ہیں۔ قوم کے بچوں کو وہاں پر مروا دیا۔ کون سی آپ نے اسلام کی خدمت کی۔ کس اسلام کے اندر یہ لکھا ہے، کہاں پر لکھا ہے۔ آج آپ انہی کو گالی دے رہے ہیں۔ اگر وہ غلط تھے تو پہلے بھی غلط تھے۔ پہلے چونکہ آپ کے ساتھ تھے۔ آپ کو ڈالر مل رہے تھے۔ وہ لوگ صحیح تھے۔ آپ انصاف کی بات کریں۔ جب سے ہمارا ملک وجود میں آیا یہاں پر تعلیمی ادارے بھی موجود تھے، مدارس بھی موجود تھے، دینی مدارس موجود تھے۔ وہاں سے بڑے بڑے مفتی، علماء، مشائخ نکلے۔ لیکن اگر انہی مدرسوں میں غلط تعلیم دے کر بھیجا گیا تو اس سے بدنامی کس کی ہوئی؟ ان مدرسوں کو بدنام کیا گیا۔ اسلام کے اندر اگر کوئی ہمارا مسلمان، ہمارا کوئی عالم ہمیں نماز کی تعلیم دیتا ہے، ہمیں روزی کی تعلیم دیتا ہے، ہمیں اچھے برے کی ترغیب دیتا ہے تو وہ ہمارے لئے قابل احترام ہے۔ لیکن اگر کوئی اسلام کا نام صرف سیاست کے لئے استعمال کرتا ہے اور کسی کا آلہ کار بنتا ہے تو وہ اسلام کی خدمت نہیں کررہا وہ صرف اپنی خدمت کر رہا ہے۔ وہ اسلام کو نقصان پہنچا رہا ہے۔ جیسا کہ آج دنیا کے کسی ائرپورٹ پر کھڑے ہو جائیں اور آپ کے نام کے ساتھ محمد بابر خان غوری لکھا ہوا ہے تو وہ آپ کو کہتے ہیں کہ محمد side پر آجائیں۔ یہ کس نے کہلایا؟ آپ ان لوگوں پر نظر رکھیئے، یہ آپ کی بھی ڈیوٹی ہے۔ آپ کا بھی کام ہے۔ ہم سب مل کر کریں، ان لوگوں کو point out کریں جو مذہب کو بدنام کر رہے ہیں، جو مذہب کا نام استعمال کر کے قوم کو بدنام کر رہے ہیں۔ یہ ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ معاشرے کے اندر ایسے

لوگوں کو ایک طرف کر دیں۔ problem کیا ہے؟ مجھے بتائیے، آج کیا جمہوری نظام نہیں ہے؟ آپ نے کہا کہ اپوزیشن لیڈر آج تک نہیں بنا۔ آپ نے اپوزیشن لیڈر کا کوئی نام دیا؟ متفق ہوئے کسی کے اوپر، آپ دے دیجئے، ابھی وزیراعظم صاحب بیٹھے ہیں۔ آج ہی فیصلہ کر کے دیجئے۔ اگر فیصلہ نہ ہوا تو پھر آپ کہیئے گا۔ لیکن پہلے آپ متفق ہوں کہ ہمیں کس کے اوپر اتفاق ہے۔ تنقید برائے تنقید اس وقت پاکستان کے لئے سب سے زیادہ نقصان دہ ہے۔ میری گزارش اپنے بھائیوں سے ہے کہ خدا کے واسطے اب جو صورتحال پاکستان face کر رہا ہے اس کے اندر اپنا اپنا کردار ہم سب کو ادا کرنا ہے۔ ہم سب کی ضرورت بن گئی ہے کہ ہم پاکستان کی ترقی کے لئے کام کریں۔

اب آپ بات کر رہے ہیں اٹامک کی، کہ سائنسدانوں کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے۔ پھر بات آ گئی منافقانہ، اگر آپ واقعی ان کے ہمدرد ہیں اور آج یہ ثابت ہو چکا ہے کہ اٹامک پاور بننے کے دوران دو ہیرو ملک کے تھے۔ ایک بھٹو، دوسرا قدیر خان۔ بھٹو کو پھانسی کس نے دلوائی؟ اس ہیرو کو کس نے مروایا؟ جماعت اسلامی آج پیپلز پارٹی سے معافی مانگے، قوم سے معافی مانگے کہ ہاں جی، ہم نے اس وقت غلط کیا تھا۔ اگر وہ صحیح کیا تھا تو آج غلط ہیں۔ خدا کے لئے اپنا طرز عمل تو دیکھ لیں کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ اگر ایک آدمی کو قوم نے ہیرو بنایا تو اس پر ذمہ داری بھی تھی۔ آپ نے اس قوم کے اعتماد کی پاسداری کی؟ آپ نے جو کہا، آپ کی سیکورٹی ہر چیز آپ کو دی گئی لیکن اگر وہ راز افشا ہوئے، ملک اگر اس stage پر آ گیا تو اس کی ذمہ داری کسی نے تو قبول کرنی ہے۔ ذمہ داری کون قبول کرے گا۔ جس نے یہ کیا ہے۔ اگر اس کے کرنے پر آج ہم face کریں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ زیادتی ہو گی۔ ہمیں حقائق سے نہیں ہٹنا چاہیئے۔ حقائق یہ ہیں کہ اگر کوئی ہیرو تھا تو آپ نے اس ہیرو کو پھانسی کیوں دلوائی؟ دوسرے ہیرو کو معافی کی بات کیوں کی جا رہی ہے؟ بلکہ آپ نے تو کی بھی نہیں اور معافی ہو گئی۔ اس کا کیا کریں جو ہیرو آج ہمارے درمیان نہیں ہے۔ اس کا ذمہ دار کون ہے؟ آپ یا تو accept کریں، دل بڑا کریں، آج کھڑے ہو کر floor پر معافی مانگیں پیپلز پارٹی سے کہ ہاں جی ہم نے ان کو پھانسی دلوانے میں بہت بڑا کردار ادا کیا تھا۔ آج ہم قوم سے معافی مانگتے ہیں۔ واقعی وہ اٹامک کے ہیرو تھے۔ تب تو بات سمجھ میں آتی ہے کہ آپ سچے لوگ ہیں۔ آج بچہ تعلیم حاصل کرنے جاتا ہے تو وہ سوال

کرتا ہے۔ اس کو ایک ایک سوال کا جواب چاہیئے ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ آپ اس کو جذباتی باتوں سے، نعروں سے ایک طرف کر دیں گے، لاٹھی گولی کی سرکار نہیں چلے گی، نہیں چلے گی۔ پچاس سال سے یہ سلسلہ چل رہا ہے۔ جمہوری دور میں سب سے زیادہ لاٹھی اور گولی چلی۔ آپ پچھلے جمہوری دور دیکھ لیں۔ کراچی کے شہری، کراچی کی شاہراہیں گواہ ہیں کہ وہاں پر کیسے لاٹھی اور گولی چلی۔ کراچی کیا پورے پاکستان کے تمام شہروں میں لاٹھیاں بھی چلیں، گولیاں بھی چلیں۔ جب قومی اتحاد کی تحریک چلی تھی، ان کے پاس record موجود ہوگا، نکال لیں دیکھ لیں، کیا ہوا تھا؟ جمہوری دور تھا۔ اگر ویسی جمہوریت چاہیئے، تو ویسی جمہوریت آپ کو نہیں ملے گی۔ حقیقی معنوں میں جمہوریت اب ملے گی جو پرویز جمالی کے دور میں چل رہی ہے۔

میری اپنے تمام اپوزیشن اور گورنمنٹ کے ممبران سے گزارش ہے کہ بات کریں لیکن حقائق کی بات کریں۔ صرف مخالفت برائے مخالفت نہیں کہ صدر کا خطاب ہے تو ادھر سے اپوزیشن ہونی ہے اور ادھر سے ان کے حق میں بیانات دینے ہیں۔ نہیں۔ اگر صدر صاحب کوئی بات غلط کر رہے ہیں، on record موجود ہے، ہم بھی اس پر اعتراض کریں گے کہ بھئی یہ چیز غلط ہے، اس کو ایسے درست کیا جائے لیکن صرف کہنا کہ نہیں جی ہر کام اگر صحیح بھی ہو رہا ہے تو غلط ہے۔ میں نے آپ کے سامنے on floor of the House challenge کیا ہے کہ اس تین سالہ دور کا ایک corruption case اس floor پر لایا جائے۔ آج بھی ہمارے منسٹر صاحبان بیٹھے ہیں، جو کام کر رہے ہیں ان کے بارے میں اگر آپ کے پاس کوئی شکایت ہے، آپ لے کر آئیے، کیا کارروائی ہوتی ہے، نہیں ہوتی ہے پھر دیکھیئے گا لیکن صرف یہ کہنا کہ گورنمنٹ غلط کر رہی ہے، گورنمنٹ سارے کام ہی غلط کر رہی ہے، گورنمنٹ امریکہ کے ہاتھوں بک گئی ہے۔ کیسے بک گئی ہے، کیا امریکہ سے کر لیا ہے؟ کونسے سودے کر لیے ہیں؟ آپ بتائیے جو پاکستان دولخت ہوا تھا، کیا حقائق ہیں؟ اگر، حقائق میں اگر جائیں تو پاکستان جذبات سے آگے نہیں جائے گا۔ جذباتی نعرے لگانے سے کہ جی ہم لال قلعے پر جھنڈا لہرائیں گے، ایسا نہیں ہو گا۔ اب آپ کو طاقت حاصل کرنے کے لئے education حاصل کرنی ہو گی۔ education حاصل کریں گے پھر آپ سائنسی ترقی حاصل کریں گے۔ اس کے بعد آپ دنیا کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔

میں نے کہا ہے کہ he is a man of crisis, yes, he is a man of crisis تمام معاملات سے ہماری موجودہ حکومت بڑی خوش اسلوبی سے نکل گئی۔ انڈیا جس کی فوجیں بارڈر پر موجود تھیں۔ آج ہمارے ہاں شیخ رشید صاحب کے گھر پہ فلم بننے کی تیاری ہو رہی ہے۔ کتنا بڑا credit ہے جناب؟

(قہقہے)

یہ اور بات ہے کہ ابھی hero کا dispute چل رہا ہے اور وہ بھی حل ہو جائے گا۔ مقصد یہ ہے کہ آپ یہ دیکھیئے کہ معاملات کیسے resolve ہو رہے ہیں۔ امریکہ، جہاں یہ خطرہ تھا کہ شاید پاکستان پر حملہ کر دے، آج وہاں پر آپ کی تعریف میں بیانات آ رہے ہیں۔ اسی طریقے سے اگر آپ دیکھیں Iraq war میں جو کردار پاکستان نے ادا کیا، جب ایک ہنگامہ مچ گیا کہ پاکستان اپنی فوج بھیج رہا ہے، ہم پاکستانی فوج کو نہیں جانے دیں گے، ساری settlements ہو گئی ہیں، پیسے لے لئے گئے ہیں۔ آج بتائیں کون سا فوجی وہاں گیا ہے؟ وقت نے ثابت کیا کہ یہ لوگ صحیح تھے، حکمران صحیح ہیں اور جب تک صحیح ہیں ہم بھی ان کے ساتھ ہیں اور ان کو مضبوط کرتے رہیں گے۔ آپ بھی ان کا ساتھ دیں۔ آپ نے بھی help کی ہے۔ آپ نے بھی LFO کے مسئلے کو resolve کرنے میں مدد کی ہے۔ آپ نے جو بالٹی بھر کے دودھ دیا ہے خدا کے لئے اب اس میں مینگنی نہ کریں۔ اس دودھ کو دودھ رہنے دیں۔ میری گزارش یہ ہے کہ اب اس ملک کی ترقی کے لئے آئیے ہم سب مل کر کام کریں اور سب کو ساتھ لے کر چلیں۔ اسی میں سب کی بھلائی ہے۔ ہمارے وزیراعظم صاحب ابھی بھی اس طرف دیکھ رہے ہیں کہ کون کون صاحب ہمارے ساتھ چلنا چاہ رہے ہیں ابھی بھی ہمارے ہاں تین چار منسٹریاں خالی ہیں اور ابھی مسئلہ حل ہو جائے گا لیکن چلیں تو سہی۔ بات یہ ہے کہ صرف criticise کرنے سے مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ میری تمام لوگوں سے یہ گزارش ہے کہ آپ لوگ خدا کے واسطے مسئلے کو حل کریں۔

دوسری بات یہ ہے کہ قانون ضرور بنے گا۔ قانون ہونا چاہیئے۔ اسلام میں بھی ہمیں تربیت دی جاتی ہے کہ خوف خدا انسان کو ہوتا ہے۔ نیک کام کرو گے تو جنت میں جاؤ گے۔ غلط کام کرو گے تو دوزخ میں جاؤ گے۔ اسی طرح ہمارے ملک کے بھی قوانین ہیں۔ ان کی

پاسداری ہر ایک کے لئے لازم ہے۔ میں آپ کو موٹر وے کی مثال دیتا ہوں۔ موٹر وے پر اگر آپ چالان بک اٹھا کر دیکھیں تو سب سے زیادہ چالان ان گاڑی والوں کے ہوئے ہیں جو پڑھے لکھے لوگ ہوتے ہیں اور جو ٹرک ڈرائیور ہیں، بس ڈرائیور ہیں ان کے چالان نہیں ملیں گے۔ وہ بیچارے خوف سے قانون کی پاسداری کرتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے پاکستانی قوم کو اگر قانون کی حکمرانی میں لانا چاہیں تو وہ قانون کی پاسداری کرتے ہیں اور ہم لوگ اگر آج یہ طے کرلیں کہ ہم نے اس ملک کو strong کرنا ہے تو ہمیں قانون کی بالادستی قبول کرنی ہو گی۔ اب اگر آپ اس کو یہ نام دے دیں کہ جی ملٹری والے پارلیمنٹ چلا رہے ہیں۔ ابھی ایک صاحب نے کہا کہ ملٹری dictate کرتی ہے۔ آپ بتا دیں کتنے ناظم جو آپ کے ہی ہیں، ہمارے ہاں سندھ میں 90 percentناظمین اپوزیشن کے ہیں۔ کوئی ایک ناظم بتا دیں کہ اس کو Corps Commander کا فون آیا ہو یا کسی Brigadier یا کرنل کا فون آیا ہو کہ آپ یہ کام کریں؟ آپ نے ابھی وہاں پر ہڑتال کی۔ اس میں ناظمین سارے active تھے۔ کس ناظم کے خلاف کارروائی ہوئی؟ کون سے ناظم کو اٹھا کر GHQ لے جایا گیا۔ ہر الزام نہ لگائیں۔ ہاں اگر آپ کچھ سمجھتے ہیں تو آپ proof دیں، لے کر آئیں۔ البتہ آپ کے ناظمین نے کئی دفعہ صوبائی حکومتوں کے خلاف خود Corps Commanders سے رابطے کئے کہ صدر صاحب سے یہ ظلم ہو رہا ہے، یہ زیادتی ہو رہی ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ خود جا کے کھٹکھٹاتے ہیں، انہیں حرکت دیتے ہیں، انہی کو لے کر آتے ہیں، ان کو خود آپ involve کرتے ہیں۔ خود آپ ان کو لے کر آتے ہیں کہ وہ politics میں involve ہوں لیکن اب ایک system خود حکومت چاہتی ہے، موجودہ حکومت یہ چاہتی ہے کہ اگر National Security کا Bill آتا ہے تو ہمارے پاس آئندہ، جو اس قسم کے مارشل لاء کے واقعات ہوتے ہیں، ان کو بھی cap کیا جائے گا، ان کو بھی روکا جائے گا تاکہ آئندہ ایسے واقعات نہ ہوسکیں۔

میں اس سے زیادہ آپ سے کیا بات کروں۔ میں صرف یہ کہوں گا کہ زندگی ہے تو خواب ہے اور خواب ہے تو منزلیں ہیں، منزلیں ہیں تو راستے ہیں اور راستے ہیں تو مشکلیں ہیں، مشکلیں ہیں تو حوصلہ ہے، حوصلہ ہے تو قوت ہے، قوت ہے تو مشرف ہے اورمشرف ہے تو طاقت، طاقت ہے تو پاکستان ہے، توپاکستان زندہ باد۔ جیو پاکستان، جیو جمالی، جیو مشرف۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: جناب فرحت اللہ بابر۔

سینیٹر فرحت اللہ بابر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین! سب سے پہلے میں معذرت خواہ ہوں کہ آپ نے پہلے جب میرا نام پکارا تو میں نہیں تھا۔ آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھے صدارتی خطاب پر اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا۔ ہمارا تو خیال یہ تھا کہ جنرل پرویز مشرف کا خطاب آئین کے آرٹیکل 58 کے تحت ہوگا تو اس میں وہ حکومت کی کارکردگی کا ناقدانہ جائزہ لیں گے اور آئندہ سال کے لئے کوئی پروگرام بتائیں گے لیکن بدقسمتی سے ان کا یہ خطاب محض دو چیزوں پر مشتمل تھا۔ ایک تو انہوں نے بلند بانگ دعوے کئے اور آخر میں چند پند و نصائح پیش فرمائے۔

مجھ سے پہلے فاضل سینیٹر صاحب نے کہا کہ کون سے وعدے پورے نہیں ہوئے۔ خود جنرل صاحب نے اپنی تقریر کا آغاز ہی ایسے کیا، میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میں نے قوم سے اپنے وعدے پورے کئے، کون سے وعدے پورے کئے؟ کب پورے کئے؟ مجھے یاد ہے آپ نے وعدہ کیا تھا، جب آپ بارہ اکتوبر 1999ء کو آئے تو آپ نے کہا تھا کہ عدلیہ آئین کے مطابق آزادانہ کام کرے گی، عدلیہ سے نیا حلف نہیں لیا جائے گا لیکن پھر 90 دن کا عرصہ نہیں گزرا تھا کہ آپ نے آدھے سپریم کورٹ کو چھٹی دے دی اور جو آدھے سپریم کورٹ کے جج رہ گئے ان سے آپ نے حلف وفاداری لیا، آئین کا نہیں بلکہ خود اپنی ذات کا۔ تو آپ نے تو میرے ساتھ ایک یہ وعدہ خلافی کی۔

مجھے یاد ہے کہ آپ نے کہا تھا کہ میں صدر نہیں بنوں گا۔ مجھے وہ پریس کانفرنس یاد ہے کہ جس میں ایک اخباری نمائندے نے ان سے ایک بار پوچھا کہ جنرل صاحب آپ صدر کب بنیں گے تو جنرل صاحب نے کہا، یہ سوال تم نے پہلی بار نہیں پوچھا، تم اس سے پہلے بھی پوچھ چکے ہو۔ لے آؤ کاغذ اور قلم، میں آپ کو ابھی لکھ کر دیتا ہوں کہ میں صدر نہیں بنوں گا۔ پھر ہم نے اسی جنرل کو دیکھا کہ Agra Summit کی آڑ میں منتخب صدر کو انہوں نے Presidency سے چلتا کردیا اور خود مسند صدارت پر قابض ہوگئے۔

مجھے یاد ہے کہ آپ نے یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ میں referendum ہرگز نہیں کراؤں

گا اور پھر ہم نے دیکھا کہ آپ نے یہ وعدہ خلافی کیسے کی' referendum بھی کرایا' بعد میں اس پر پچھتاوے کا اظہار بھی کیا لیکن آپ نے جو میرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ referendum نہیں کراؤں گا'آپ نے اس کی بھی وعدہ خلافی کی اور پھر آپ اپنی تقریر کا آغاز اس جملے سے کرتے ہیں کہ اللہ تیرا شکر ہے کہ میں نے لوگوں کے ساتھ کئے گئے وعدے پورے کئے۔

مجھے یاد ہے آپ پانچ فروری 2000ء کو مظفرآباد تشریف لے گئے تھے۔ وہاں بھی آپ نے اسی طرح دو مکے لہرائے تھے جس طرح آپ نے اس دن 17 جنوری کو Parliament سے خطاب کے دوران لہرائے تھے اور آپ نے کہا تھا کہ افغانستان کا جہاد اب کشمیر منتقل ہوگیا ہے۔ یہ جہاد اس وقت تک جاری رہے گا جب تک کشمیر آزاد نہیں ہوتا اور آپ نے یہ بھی کہا تھا کہ یہ میرا آپ سے وعدہ ہے کہ جہاد افغانستان اب جہاد کشمیر بن کر رہے گا۔ لیکن پھر میں نے 9/11 کے بعد آپ کو دیکھا کہ امریکہ سے ایک ٹیم جنوری کے پہلے ہفتے میں آئی تھی' 9 جنوری کو اس ٹیم کے سربراہ نے پریس کانفرنس کی اور کہا کہ جنرل پرویز مشرف عنقریب انتہائی دور رس پالیسیوں کا اعلان کرنے والے ہیں اور پھر جنرل پرویز مشرف کی 12 جنوری 2002 والی تقریر آئی جس میں انہوں نے جہادی تنظیموں اور مذہبی پارٹیوں کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ دیکھو' خدائی فوجدار نہ بنو' پاکستان سے باہر جہاد کو export نہ کرو' میں یہ برداشت نہیں کروں گا۔ آپ نے پانچ جنوری 2000 کو وہاں کشمیر میں وعدہ کیا تھا' پھر 12 جنوری 2002 کو اس سے بھی آپ نے انحراف کیا اور مجھے یاد ہے کہ آپ نے 17 اکتوبر کو بھی جب اپنا پہلا خطاب قوم سے کیا تھا تو آپ نے کہا تھا:

Accountability has lost credibility and I will ensure horizontal and vertical accountability of all across the board.

اس وقت ہمارا خیال یہ تھا کہ شاید ایک جرنیل آ گیا ہے who means what he says اور ہم نے کہا کہ شاید اب احتساب ہوگا۔ لیکن ہم نے دیکھا کہ چند ہفتے کے اندر ہی اسی جرنیل نے کہا' اس کی vertical and horizontal accountability کا تصور پھر یہ ہوا کہ اب ججوں کا احتساب نہیں ہو گا' جرنیلوں کا احتساب نہیں ہو گا۔

(اس مرحلے پر ایوان میں اذان کی آواز سنائی دی)

جناب چیئرمین۔ بابر صاحب! آپ نماز سے پہلے اپنی تقریر ختم کرنا چاہیں گے یا نماز کے بعد ختم کریں گے۔

سینیٹر فرحت اللہ بابر۔ جناب! میں نماز کے بعد تقریر ختم کروں گا۔

Mr. Chairman: Now, we disperse for *Maghrib* prayers and reassemble at 6.30 *Insha Allah*.

(The House then adjourned for *Maghrib* prayers.)

(اجلاس نماز مغرب کے وقفہ کے بعد زیر صدارت جناب چیئرمین محمد میاں سومرو دوبارہ شروع ہوا)

جناب چیئرمین: السلام علیکم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بابر صاحب please, continue your speech, you have eleven minutes remaining.

سینیٹر فرحت اللہ بابر: میں ذکر کر رہا تھا کہ جنرل صاحب نے دعوٰی کیا تھا، میں نے تمام وعدے پورے کئے اور ہمارے فاضل سینیٹر صاحب نے بھی کہا تھا کہ کونسا ایسا وعدہ ہے جو پورا نہیں کیا۔ اس سے آگے بڑھتے ہوئے جناب چیئرمین! میں corruption کی بات کروں گا۔ جنرل صاحب نے اپنی تقریر میں کہا کہ ہم ملکی وسائل کو پوری طرح بروئے کار نہ لا سکے اور اس کی سب سے بڑی وجہ corruption اور اقرباء پروری ہے جو دیمک کی طرح ہمیں چاٹ رہی ہے۔ اس کے ساتھ ہی فاضل سینیٹر صاحب نے ہم کو للکارا اور کہا کہ corruption کا کوئی case ہو پچھلے تین، چار سالوں میں تو سامنے لاؤ۔ غالباً فاضل سینیٹر صاحب اس دن تشریف نہیں رکھتے تھے جس دن پروفیسر غفور صاحب کے سوال کے جواب میں اسی ایوان میں تحریری طور پر یہ جواب آیا تھا کہ موجودہ کابینہ کے تین وزراء ایسے ہیں جن کے خلاف 12 اکتوبر 1999ء کے بعد corruption کے cases بنے ہیں۔ پھر جب پروفیسر غفور صاحب نے دوسرا سوال آپ کی خدمت میں بھیجا کہ کیا corruption کا الزام جس شخص پر ہو، وہ وفاقی کابینہ میں رہ سکتا ہے؟ جناب چیئرمین! مجھے بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آپ نے ان کا وہ سوال chamber ہی میں kill کر دیا اور

آپ نے کہا کہ یہ تو ایک expression of opinion ہے اور اس سوال کی اجازت نہیں دی جاتی۔

جناب چیئرمین صاحب! میں corruption کی بات کروں گا تو میں civil وزیروں کی بات نہیں کروں گا، اس لئے کہ ان کے لئے corruption کا قانون بنا ہی اس طرح ہے کہ ان کو نیب زدہ کر کے main پارٹیوں سے توڑا جاتا ہے اور جب main party سے توڑ کر حکومتی party میں لایا جاتا ہے تو نیبز ادے ہو جاتے ہیں۔ میں تو corruption کے سرغنہ کی بات کروں گا، میں تو top level کی corruption کی بات کروں گا۔

فاضل سینیٹر صاحب نے کہا کہ کوئی ثبوت تو سینیٹ میں لائیں، میں nuclear debate کے دن بھی کچھ dossier لایا تھا لیکن in camera debate نہ ہو سکی تو اس خدشے کے پیش نظر کہ کہیں اس dossier سے nuclear programme roll back ہونے میں مدد نہ ملے، میں وہ dossier ایوان کے سامنے نہیں رکھ سکا لیکن میں آج بھی ایک dossier لایا ہوں، یہ وہ dossier ہے جس سے corruption کو roll back کرنے میں مدد ملے گی اور میرے فاضل member کو جب چاہئیے ہو گا یہ dossier لے لیں۔ میں ان کی کاپیاں لایا ہوں کچھ اخبارات والوں کو دوں گا اور کچھ فاضل سینیٹرز صاحبان ہیں ان کو دوں گا۔ کرپشن، مجھے کہا جاتا ہے کہ کرپشن نہ کرو۔ سابق وزیر اعظم پر اور سابق وزراء اعلیٰ پر cases بنے ہیں کہ آپ نے لوگوں کو پلاٹ الاٹ کئے اور پلاٹ الاٹ کرتے وقت آپ نے اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کیا۔ سرکاری خزانے کو نقصان پہنچایا اور ان کے خلاف کرپشن کے کیس بنے ہیں۔ میں جناب آپ کو اسی طرح کی کرپشن کا ایک کیس بتانا چاہتا ہوں۔ سات ستمبر 1998ء کی بات ہے پاکستانی فوج کے ایک حاضر سروس جرنیل اور جناب چیئرمین! میں off the hat بات نہیں کر رہا بلکہ documentary evidence لایا ہوں۔ سات ستمبر 1998ء کو پاکستانی فوج کے حاضر سروس جرنیل کو میرے ضلع پشاور میں، میرے شہر پشاور میں ایک ہزار چون مربع گز کا پلاٹ پانچ ہزار دو سو روپے میں الاٹ ہوتا ہے۔ سات اکتوبر کو یعنی پورے ایک مہینے بعد وہی three star جرنیل چار سٹار جرنیل بن جاتا ہے۔ فوج کا سربراہ بن جاتا ہے۔ بارہ اکتوبر کو اسی سال پانچ دن کے بعد وہ پشاور کے رہنے والے ایک بریگیڈیر کو، کیونکہ آپ نے ہم کو منع کیا ہے کہ ہم اس شخص کا نام نہ لیں جو اس House میں موجود نہ ہو لیکن وہ اس document میں آپ کو ملے گا، بارہ

اکتوبر کو وہ پشاور کے ایک بریگیڈیر کو اپنا attorney نامزد کرتے ہیں۔ بیس اکتوبر کو اسی سال پشاور کا ملٹری اسٹیٹ آفیسر پلاٹ ان کے نام کر دیتا ہے اور اس میں condition یہ ہوتی ہے کہ آپ دو سال کے اندر مکان بنا کر یہ فوج کے کسی افسر کو کرائے پر دینے کے لئے ہمارے حوالے کریں گے۔چار دن کے بعد وہی بریگیڈیر صاحب پشاور ہی کے ایک اور شخص کو special power of attorney دیتے ہیں اور وہ پلاٹ بک جاتا ہے 46 لاکھ روپے میں اور یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب اس جرنیل نے بارہ نومبر 1999ء کو خود اپنے اثاثے declare کئے تھے اور وہ declare کردہ اثاثے جناب چیئرمین یہ تھے کہ Defence Housing Authoriy کراچی میں ایک زیرتعمیر بنگلہ۔ Defence Housing Authority کراچی میں دو ہزار مربع گز not 200, بلکہ 2000 مربع گز کا پلاٹ،مورگاہ راولپنڈی میں ایک ایک کنال کے دو پلاٹ، AWT, Army Welfare Trust, Peshawar میں ڈیڑھ کنال کا پلاٹ، لاہور ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی میں آٹھ مرلے کا کمرشل پلاٹ، سنتا جا شرماتا جا۔ دو مربع زمین بہاولپور میں، ایسٹرج سکیم میں ایک کنال پلاٹ، گوادر ہاؤسنگ سکیم میں دو کنال کا پلاٹ، Plots from Peshawar, Lahore, Rawalpindi , Karachi to Gawadar اور اس کے علاوہ انہوں نے یہ بھی declare کیا کہ DHA کراچی میں بیٹی کے نام اور F-7/3 اسلام آباد میں والدین کے نام۔

جناب چیئرمین ! ذرا اندازہ لگائیں کہ ایک شخص کے پاس اتنے اثاثے تھے۔ ان اثاثوں میں انہوں نے پشاور کا پلاٹ declare نہیں کیا۔ خود میں ان کی declaration کی بات کر رہاہوں۔ میں آج FIR درج کرا رہا ہوں اس سینیٹ کے floor پر قانون کی پاسداری اس طریقے سے کی کہ declaration سے پہلے پانچ ہزار دوسو روپے میں خریدا گیا پلاٹ چھیالیس لاکھ روپے میں فروخت ہو چکا تھا۔ جناب والا! یہ دوہرا معیار کیوں ہے۔ اگر ملک کا وزیر اعظم، قانون کے اندر یہ گنجائش موجود ہے کہ وہ پلاٹ الاٹ کرسکتا ہے، اگر وہ پلاٹ الاٹ کرے تو وہ مجرم اور اگر فوجی جرنیل پشاور سے لیکر لاہور، کراچی، گوادر اور بہاولپور میں پلاٹوں پر پلاٹ الاٹ کرتا رہے اور پھر ایک پلاٹ پانچ ہزار میں خرید کر چھیالیس لاکھ میں بیچ دے اور اس provision کی خلاف ورزی کرے کہ وہ دو سال کے اندر بنائے گا اس لئے کہ اس کے اندر بھی ایک sub provision تھی with the approval of the government

تو قانون کے مطابق انہوں نے کام کیا but I ask you please close your eyes for a while, keep your hands on your heart and tell me, is this honesty? Is this not corruption? If you arrive with any other answer, please do tell me.

جناب والا! شاید میں یہ بھی برداشت کر لیتا کہ یہ کسی ایک جرنیل کا ذاتی معاملہ ہے، چلو ٹھیک ہے چار پانچ، چھ، آٹھ دس پلاٹ بنا لئے۔ دکھ ہمیں اس وقت ہوتا ہے جب اس corruption کو اور اس plot culture کو institutionalize کیا گیا ہے armed forces میں اور پاکستانی فوج، ہماری جری اور بہادر افواج جن پرہمیں فخر ہے، ان کو خدا نخواستہ پلاٹ مافیا میں تبدیل کیا جا رہا ہے اور آپ پوچھیں گے یہ کیسے؟ جناب! آپ چیئرمین سینیٹ بننے سے پہلے سندھ کے گورنر تھے اور آپ جانتے ہیں اچھی طرح سے کہ Defence Housing Authority نے سندھ کی 240 ایکڑ زمین پر ناجائز قبضہ کیا تھا اور سندھ کی حکومت اس کے خلاف ہائی کورٹ میں گئی تھی اور مقدمہ چل رہا تھا اور اس وقت ایک Ordinance تھا کہ سندھ کی حکومت زمین نہیں بیچ سکتی۔ خواہ کوئی بھی حکومت آتی اس آرڈی نینس کے تحت حکومت زمین نہیں بیچ سکتی تھی۔

چیئرمین صاحب! آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں کیونکہ آپ گورنر تھے۔ ایک دن، کابینہ کا اجلاس بلایا گیا اور اس کابینہ کے اجلاس میں صرف تین agenda items تھے۔ پہلا item یہ تھا کہ ہائی کورٹ میں جو سندھ حکومت نے کیس داخل کیا ہے وہ withdraw کیا گیا۔ دوسرا item یہ تھا کہ وہ جو ordinance تھا جس کے تحت زمین نہیں بیچی جا سکتی وہ Ordinance withdraw ہوا اور تیسرا انتہائی شرمناک یہ تھا کہ 240 ایکڑ زمین DHA کو پاکستان کے جرنیلوں کو 20 روپے گز کے حساب سے فروخت کر دی گئی۔ یہ ایک دن کی کارروائی تھی، اگلے روز ایک نیا Ordinance جاری ہوا کہ آج کے بعد سندھ حکومت زمین نہیں بیچے گی۔

جناب چیئرمین! ذرا اپنے دل پر ہاتھ رکھیں، آنکھیں بند کرکے ذرا غور کریں کیا یہ corruption نہیں ہے؟

اور اسی طرح پھر آپ نے لاہور میں کیا کیا۔ لاہور میں جو Private Cooperative Housing Society تھی اور جب فوج نے اس کو take over کیا، معاملہ court میں گیا اور

مرکزی حکومت کو پتا تھا کہ وہ قانون سازی نہیں کر سکتی تو آپ نے کیا کیا؟ آپ نے 26 ستمبر 2002ء کو ایک آرڈر جاری کر دیا۔ اس آرڈر کے تحت آپ نے وہ Private Society جو private لوگوں کی تھی وہ لے کے فوج کے حوالے کر دی اور پھر آپ نے کیا کیا؟ LFO پر discussion کے بعد وہی آرڈر 26 ستمبر 2002ء کا بدقسمتی سے اب Article 270-A(a) کے تحت اسے protection مل گئی ہے اور اب وہ زمین بھی انہوں نے لے لی ہے۔

آپ اندازہ لگائیں اگر ایک جرنیل ذاتی طور پر تین چار پانچ پلاٹ بنائے تو چلو کر دیا اس نے۔ Institutional Corruption, converting an honourable institution into a plot maphia, Mr. Chairman پھر آپ مجھے کہتے ہو کہ دیکھو corruption جو ہے یہ معاشرے کا سب سے بڑا ناسور ہے اور آؤ۔

Mr. Chairman: Please try to conclude.

سینیٹر فرحت اللہ بابر: چیئرمین صاحب! ابھی تو ابتدا ہے۔

جناب چیئرمین: وقت بہت زیادہ ہو گیا جناب آپ کا۔ آپ کو پتا تھا ٹائم کتنا ہے۔

سینیٹر فرحت اللہ بابر: اگر میں کوئی irrelevant بات کر رہا ہوں تو پھر مجھے بتائیے۔

Mr. Chairman: I am sure

باقی لوگ بھی relevant باتیں کریں گے۔ان کو بھی وقت چاہیئے۔

سینیٹر فرحت اللہ بابر:جناب! تھوڑا سامزید آگے بڑھوں۔

جناب چیئرمین: دومنٹ مزید ہیں آپ کے پاس۔

سینیٹر فرحت اللہ بابر: جناب! چار منٹ تو ہیں کم از کم۔ میں احتساب کے ڈھونگ کی بات کر رہا تھا ۔ آپ سول والوں کو تو پکڑتے ہو، حمودالرحمٰن کمیشن رپورٹ نے recommend کیا کہ کورٹ مارشل کرو، اس کو آپ نے چھوڑ دیا۔ اوجڑی کیمپ میں دھماکہ ہوا 78 لوگ مارے گئے اور انہی دنوں خبریں آ رہی تھیں کہ پاکستان کے پاس جو امریکہ کے supply کردہ سٹنگر میزائل ہیں ان کو stock taking کے لئے امریکہ سے ایک ٹیم آ رہی ہے، حسن اتفاق

ہے کہ انہی دنوں میں یہ دھماکہ ہوا۔ کسی کو جراءت نہیں ہوئی کہ اس کی انکوائری کرے۔ ایک وزیر اعظم تھے محمد خان جونیجو، انہوں نے کہا میں انکوائری کراؤں گا، دس دن کے بعد ان کی چھٹی ہوگئی۔

کارگل پر چڑھائی کی گئی، کوئی تحقیقات نہیں ہوئی۔ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا، خود اس وقت کے بحریہ کے Commander-in-Chief ایڈ مرل فصیح بخاری 18 اکتوبر 2002ء کا انٹرویو ہے۔

انہوں نے کہا کہ جنرل پرویز مشرف نے نواز شریف کی حکومت اس لئے برطرف کی تھی کہ ان کو ڈر تھا کہ کارگل پر چڑھائی کی وجہ سے ان کا کورٹ مارشل ہوگا، ان کا احتساب ہوگا۔ ابھی حال ہی کی بات ہے، میں زیادہ دور کی بات نہیں کرتا، نیوکلیئر ٹیکنالوجی کا جو جمعہ بازار لگا میں اس پر مزید گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔

Mr. Chairman : Please try to conclude now.

سینیٹر فرحت اللہ بابر : عجیب بات ہے کہ سیاستدان اگر جنرل ہیڈکوارٹر کو خط لکھیں تو کوئی جنرل نہیں پکڑا جاتا کہ تمہیں سیاست دان نے کیوں خلاف قانون لکھا لیکن اگر جی ایچ کیو سے خط اے آر ڈی کے صدر کے پاس آتا ہے تو جی ایچ کیو کے لوگ نہیں پکڑے جاتے، اس سیاستدان کو پکڑا جاتا ہے اور اس کا in camera trial ہوتا ہے۔ جناب! یہ مجھے آپ بتائیں کہ کیا یہ احتساب ہے یا ڈھونگ ہے۔

جناب چیئرمین: بابر صاحب! آپ بیٹھیں تاکہ اور سپیکرز بھی بول سکیں۔

سینیٹر فرحت اللہ بابر : جناب چیئرمین! آپ مجھے بات تو کرنے دیں۔

جناب چیئرمین : نہیں بات پوری ہوگئی، وقت دیکھیں، آپ کو خود وقت allocate کرنا ہے یا بات کی رفتار کو آپ تیز کریں۔

سینیٹر فرحت اللہ بابر : جناب چیئرمین! اگر آپ مجھے بات نہیں کرنے دیں گے۔

جناب چیئرمین : نہیں بات ضرور کریں، آپ کو کافی وقت دیا گیا ہے بلکہ ایک دو منٹ زیادہ ہی ہو گئے ہیں۔ آپ باقی ساتھیوں کو دے دیں، وہ کرلیں گے۔

سینیٹر فرحت اللہ بابر : آپ نے مجھے پندرہ منٹ دینے تھے۔

جناب چیئرمین : ہوگئے پورے، پانچ منٹ پہلے سے لئے تھے آپ نے، دس سے زیادہ بھی ہوگئے۔

سینیٹر فرحت اللہ بابر : بارہ منٹ ہوئے ہیں۔

جناب چیئرمین : پورا ہو گیا ہے ٹائم، دیکھیں میں آپ کو consciousبھی کرتا ہوں۔

جناب فرحت اللہ بابر : آپ چیئرمین صاحب اگر سننا نہیں چاہتے۔

جناب چیئرمین : آپ کو conscious بھی کرتا رہا ہوں۔ آپ کے کوئی اور ساتھی بول لیں گے۔ جب وقت allot ہوا ہے، سب پارلیمانی لیڈروں کے ساتھ طے ہوا ہے۔ اس کی پابندی آپ کریں۔

سینیٹر فرحت اللہ بابر : بہر کیف

میں نے تو کیا ہے پردہ اسرار کو بھی چاک

دیرینہ ہے مگر تیرا مرض کور نگاہی

جناب چیئرمین : آپ نے ایک ریفرنس دیا ہے سندھ گورنمنٹ کا جب میں وہاں پر تھا۔ یہ کس period کی آپ بات کر رہے ہیں؟ exact date آپ کے علم میں ہے؟ کیونکہ ہماری کیبنٹ میٹنگ ہمیشہ prefixedہوتی تھیں۔ اس دن اگر کوئی اور وجہ ہو جائے تو shift ہوتی تھیں۔

I did not collect any special meeting for anything.

سینیٹر فرحت اللہ بابر : میں جی پھر آپ کو یاد دلاتا ہوں ہائیکورٹ میں جو رٹ پٹیشن دائر ہوئی ہے۔

جناب چیئرمین : آپ بے شک مجھے تفصیل دے دیں۔ مجھے ایسا کوئی recollectionنہیں کہ کوئی special meeting بلائی گئی ہو، normal agenda ہوتے ہوئے اس کے حساب سے دیکھا جاتا ہے کہ اس کے کیا شواہد ہیں۔

سینیٹر فرحت اللہ بابر : چیئرمین صاحب! اگر آپ ذہن پر زور دیں تو شاید -----

جناب چیئرمین : بڑا زور دیا میں نے، جب آپ بات کر رہے تھے تو اسی پر میں زور دے رہا تھا۔

سینیٹر فرحت اللہ بابر : normal meeting ہی تھی اور اس ----- normal meeting

جناب چیئرمین : ایجنڈا item اگر normal تھے تو اس کو دیکھا جاتا ہے۔ بہرحال آپ مجھے دکھا دیں کہ کیا ہے تاکہ آپ کو تفصیلی میں بتا دوں۔

سینیٹر فرحت اللہ بابر : میرے پاس available ہے۔ اگر کسی صاحب کو چاہیئے تو دے سکتا ہوں۔

جناب چیئرمین : سید دلاور عباس۔

سینیٹر سید دلاور عباس : جناب چیئرمین ! شکریہ آپ نے مجھے موقع دیا کہ اس ایوان میں جو بحث اس وقت جاری ہے اس میں حصہ لے سکوں۔ یہ بات بہت خوش آئند ہے کہ جمہوریت کا دور آچکا۔ مجلس شوریٰ مکمل ہوچکی۔ دونوں ایوانوں نے اپنا اپنا کام جاری کر دیا۔ صدر مملکت کی تقریر جو اس ایوان میں اس وقت زیر بحث ہے اس پر مجھے ایک شعر یاد آگیا ہے کہ

ہونٹوں پہ کبھی ان کے میرا نام بھی آئے

آئے تو سہی برسر الزام ہی آئے

ایک وہ زمانہ تھا کہ صرف شور شرابہ تھا، مشرف گو، گو تھا۔ اب اتنی بات تو ہوئی کہ صدر مملکت کی تقریر کو صدر کے ساتھ مخاطب کر کے ان کو صدر مشرف کہا جا رہا ہے۔ یہ بڑی اچھی بات ہے ۔ جمہوریت نے اپنی روایت پکڑی ہے۔ اس شور میں، میں اس طرح بھی کہوں گا کہ

ہونٹوں پر ابھی ان کے میرا نام بھی آیا

آیا تو سہی برسر الزام ہی آیا

کیونکہ الزام تو آنا ہی ہے۔ اپوزیشن نے اپنا آغاز بھی اسی سے کیا تھا اور ان کے لئے مسلسل اور تسلسل جاری رکھنا بھی الزام پر ہی رہے گا۔ صدر مملکت کی بحیثیت چیف ایگزیکٹو تین

سالہ کارکردگی ہمارے سامنے رہی۔ اس دور میں جو کچھ ہوا، جو چیز جو فیصلے کئے گئے، ملک کی سالمیت، ملک کی ترقی اور ملک کی بہتری کے لئے کئے گئے۔

صدر مملکت کا دیا ہوا road map جمہوریت کے لئے accept کیا گیا۔ اپوزیشن نے اس میں اہم کردار ادا کیا۔ ایم ایم اے نے جمالی صاحب کی حکومت کا ساتھ دیا اور دونوں ایوانوں میں ایل ایف او کو پاس کرایا گیا۔ اس سے بڑی جمہوریت کی فتح اور کیا ہو سکتی ہے۔ یہ سب سے بڑی بات تھی کہ جمہوریت کے لئے ایم ایم اے نے اپنی آن، اپنی بان، اپنا زور سب کچھ قربان کرتے ہوئے، جو کہ اس وقت کا تقاضہ تھا، انہوں نے جمہوریت کی بحالی کے لئے ایک قدم اٹھایا جس کو سب نے سراہا۔ اب وقت آ گیا کہ جمہوریت کے لئے ایم ایم اے نے دوبارہ فیصلہ کیا کہ وہ اپوزیشن میں بیٹھیں گے۔ وہ اپوزیشن کے ساتھ تھے۔ اپوزیشن میں رہیں گے اور شاید کبھی دوبارہ گورنمنٹ کے ساتھ آئیں۔ یہ ایک نئی سوچ ہے، ایک نئی منطق ہے جس نے جمہوریت میں ایک نیا جنم لیا ہے۔ یہ بڑی اچھی بات ہے کہ انہوں نے یہ سوچ اور یہ منطق اختیار کی اپنا فیصلہ کرنے کے لئے۔ تمام مراحل جو جمہوریت کا نظام قائم کرنے میں طے ہوئے، اس میں صدر مشرف اور ان کی گورنمنٹ کے دیئے ہوئے ایک road map پر عمل ہوا، پہلا مرحلہ طے ہوا اور Legal Framework Order پاس ہوا جو بالکل جمہوری ہے۔ دوسرا یہ کہ صدر کے لئے vote of confidence ہوا جس میں پھر اپوزیشن نے participate کیا۔ تیسرا یہ ہوا کہ صدر کی تقریر دونوں ایوانوں کے لئے کی گئی۔ جو تقریر انہوں نے وہاں کی وہ اب زیر بحث ہے۔ یہ منطقی انجام تھا۔ اس کے لئے ایم ایم اے نے اپنا ایک رویہ اور اپنا ایک stand لیا ہے۔ اس پر تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ:

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

بہرحال یہ ان کی باتیں ہیں۔ یہ بڑی بات ہے کہ صدر مشرف کا جمہوریت کا دیا ہوا road map جس کے تحت ایک civilian Government اور جمہوریت قائم ہو چکی ہے، وہ آگے بڑھ رہا ہے۔

میں اب اس ہاؤس میں اپوزیشن ممبران کی تقریروں کا کوئی جواب تو نہیں دوں گا لیکن

میں اس چیز پر بات کروں گا جو صدر مشرف نے اپنی تقریر میں کی اور اپنے ماضی، حال اورمستقبل کے بارے میں جو نکات اٹھائے تھے، ان میں سے چند نکات کے اوپر میں بات کروں گا۔

سب سے پہلے میں اپنی ایٹمی طاقت پر بات کروں گا۔ یہ ایک بہت گھمبیرمسئلہ ہمارے گلے آن پڑا ہے اور اس سے جس طرح صدر مشرف نے ایک اہم قدم اٹھاتے ہوئے اور ایک جامع اور عملی طور پر اس کا حل نکالتے ہوئے اور ذمے داری کے ساتھ قوم کو بین الاقوامی دباؤ کے باوجود ایک مناسب لائحہ عمل کے ذریعے باہر نکالا ہے، وہ انہی کا حصہ ہے۔ یہ بات عیاں ہے اور یہ بات ثابت ہے کہ ایٹمی پروگرام ہمارے ایمان کے بعد ہماری سب سے بڑی دفاعی قوت ہے۔ اس کو سنبھالنا، اسے آگے بڑھانا اور اس کو بچانا یہ ہمارا ہی نہیں یہ تمام قوم کا، تمام طبقوں کا ایک فرض ہے کہ ہم اس پروگرام کو آگے بڑھائیں اور اس کی حفاظت کریں۔ اس چیز پر ہم کاربند ہیں اور صدر مشرف نے اس بات کو ہر سطح پر قومی اور بین الاقوامی سطح پر بالکل واضح الفاظ میں کہہ دیا ہے کہ وہ اس طاقت کوکس طرح سنبھال کر آگے بڑھائیں گے۔

اب میں آؤں گا کشمیر کی طرف۔ پاکستان اور ہندوستان کے تعلقات پر بات کرنا چاہوں گا۔ اب وقت آ گیا ہے، ہم دونوں قوموں نے،دونوں ملکوں نے کافی عرصہ اپنا وقت صرف جنگ کی سوچ میں ضائع کیا۔ اپنے غریب عوام کی ترقی اور ان کی غربت کو ہم ہمیشہ ignore کرتے رہے۔ صدر مشرف نے واجپائی صاحب کی ایک offer اور ان کے پیش کردہ اچھے اقدام کو سراہا اور انہوں نے دوستی کا ثبوت دینے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا ہے جس پر بات چل رہی ہے اور انشاء اللہ یہ مذاکرات آگے بڑھیں گے اور اس کا ایک نتیجہ اور حل ضرور سامنے آئے گا۔ اس میں کشمیریوں کی رضامندی شامل ہو گی جو کہ تقاضا ہے، جو کہ ہماری ضرورت ہے، جو اس مسئلے کے حل میں سب سے بڑا contributory factor ہو گا۔ انشاء اللہ صدر محترم اس پر ثابت قدم ہیں۔ وہ سب طبقوں کو ساتھ لے کر چلیں گے اور اس کا جو بھی حل ہو گا وہ قوم کے فائدے کے لیے ہو گا، عوام کی بہتری کے لئے ہو گا، ہماری ترقی کے لئے ہوگا، ہمارے مستقبل کی حفاظت اور سالمیت کی ضمانت ہو گا۔

اب میں آؤں گا معاشی پروگرام کی طرف جو صدر مملکت کے تین سالہ دور میں اور اس کے بعد جمالی صاحب کی حکومت میں جس طرح یہ پروگرام آگے بڑھ رہے ہیں اور جس طرح یہ

پروگرام آگے چل رہے ہیں۔ صدر پاکستان نے اپنی تقریر میں جن باتوں کا ذکر کیا' اس میں انہوں نے بتایا کہ کس طرح ہم نے تین سالہ دور میں اپنے مختلف اقدامات جو انہوں نے بروقت لئے، قوم کی بہتری، قوم کے مفاد کو سامنے رکھتے ہوئے جو اقدامات انہوں نے اٹھائے' وہ کس طرح دور رس نتائج کے حامل ہوئے۔ آج ہم ساڑھے بارہ بلین ڈالر سے اوپر زرمبادلہ رکھے ہوئے ہیں جبکہ ایک وقت تھا صرف 500 million dollar رہ گئے تھے۔ کیا آپ سوچ سکتے ہیں کہ کہاں 500 million dollar اور کہاں 12.5 billion dollar جو کہ ایک بہت بڑا confidence ہے' ایک اعتماد ہے اس زرمبادلہ کا اپنے ہاتھ میں ہونا۔ اس چیز کو اگر غور سے سوچا جائے اور اگر اپوزیشن ٹھنڈے دل سے سوچے کہ یہ کتنا بڑا پراعتماد factor ہے اور یہ کس طرح ہم کو اعتماد دیئے ہوئے ہے کہ ہم اس وقت اپنے غیر ملکی قرضوں کو اسی کی وجہ سے اور اسی basis پر renegotiate کر رہے ہیں۔ ہم نے کتنے بلین ڈالر کے قرضے اب واپس کئے ہیں اور کرنے ہیں۔ اس کے لئے ہم نے دوسرے donor ممالک سے ان بین الاقوامی قرضوں کو دوبارہ renegotiate کیا ہے اور جو مہنگے قرضے ہیں وہ واپس ہوئے۔ تو کیا یہ انہی عملی اقدامات کا نتیجہ نہیں ہے کہ ہم اس جگہ پہنچے۔ پھر سب سے بڑا نتیجہ یہ ہے کہ ان حالات میں جبکہ دنیا میں ایک بہت بڑا crisis آیا ہوا تھا security کے تناظر سے' اس کو بھی سامنے رکھتے ہوئے جب یہ فیصلے کئے گئے اس کے باوجود ہماری exports 8.5 billion dollar سے اب 11 billion اور 12 billion dollar کو touch کر رہی ہیں۔ یہ صرف انہی اقدامات کا نتیجہ ہے کہ یہ بات یہاں تک پہنچی ہے ورنہ ہر فکرمند' سوچ سمجھ کا آدمی دیکھ سکتا ہے کہ ہم کہاں رکے' کہاں رک سکتے تھے اور ہمارے ساتھ کیا ہوسکتا تھا۔ میں اس چیز کو کسی گھبراہٹ سے نہیں کہہ رہا بلکہ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ صدر محترم نے عملی اقدامات کرتے ہوئے اور بروقت فیصلے کرتے ہوئے' ان فیصلوں کے نتیجے میں ہماری حکومت نے' اس وقت کی حکومت نے جس طرح سے قدم اٹھائے ہیں یہ ہماری معیشت کے لئے ایک مضبوط قدم ہے ہماری معیشت کے لئے یہ بہتری ہے اور ہماری معیشت کے لئے یہ مستقبل میں بھی بہتری کا ایک omen ہے جو ہم دیکھ رہے ہیں۔ ہمیں یہ سوچنا ہے کہ ہم نے اپنے وسائل سے کتنا فائدہ کب اور کس طرح اٹھانا ہے جس کے لئے صدر صاحب نے خود بہت سارے معاملات میں اپنے آپ کو involve کیا ہوا ہے۔ پانی کا معاملہ دیکھ لیں کہ کتنا serious معاملہ

ہے۔ ہم لوگ یہاں ، اس ایوان میں بیٹھ کر شاید کم سوچ رہے ہوں future کے بارے میں جو کسان کو مشکلات درپیش ہوں گی ، جس پر ہماری agriculture کا سب سے زیادہ انحصار ہے۔ اگر ہم پھر بھی بروقت فیصلے نہ کر پائے، پانی کی management کو بہتر نہ کیا، ہم نے پانی کے مستقبل کو بہتر نہ کیا تو یہ قوم وہ وقت دیکھے گی جو شاید اس 50 سالہ تاریخ میں کبھی نہ دیکھا گیا ہو۔ پانی کا معاملہ ہماری شہ رگ ہے اور ہم اس کو نظر انداز نہیں کرسکتے، اور صدر محترم بار بار اس کی طرف توجہ دلا رہے ہیں اور ہماری حکومت نے بھی عملی اقدام کئے ہیں، کمیٹی بھی بیٹھ گئی ہے اور اس کے لئے کام ہو رہا اور ہمیں کام کرنا ہے ورنہ جو میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ یہ اتنا بڑا crisis ہوگا جس کو ہم imagine بھی نہیں کرپائیں گے اور اس کے لئے جتنی جلدی اور جتنے مستحسن فیصلے اس جمہوریت کے دور میں لئے جاسکتے ہیں اس کے لئے ہمیں opposition کا تعاون چاہیئے اور میں ان سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ ہمارے ساتھ آگے بڑھیں اور یہ ہماری ضرورت ہے۔

میں اور اس سے لمبی تقریر میں جانا نہیں چاہتا کیونکہ میرے اور دوسرے ساتھیوں نے بھی تقاریر کرنی ہیں تو میں یہی کہوں گا کہ ہمیں اپنے ملک کی ترقی، اپنے ملک کی بہتری کے لیے سوچنا ہے اور آئندہ کے لئے اپنے ملک کو اس مقام پر لے جانا ہے جہاں پر وہ ترقی یافتہ ممالک کی صف میں کھڑا ہو۔ اس کے لئے ہمیں ہر قربانی دینی ہوگی۔ ہمیں ہر قربانی دینی چاہیئے۔ ہمیں اپنی انا سے ہٹنا ہوگا اور ہٹنا چاہیے ۔ یہی میری سب سے التجا ہے اور دعا ہے ۔ پاکستان پائندہ باد۔

جناب چیئرمین۔ حاجی لیاقت علی بنگزئی۔

سینیٹر لیاقت علی بنگزئی۔ جناب چیئرمین ! میں دل کی انتہائی اتھاہ گہرائیوں سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے اس اہم موقع پر صدر پاکستان کے 17 جنوری 2004 کے پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے خطاب پر اپنے خیالات کے اظہار کا موقع فراہم کیا ۔ اللہ تعالٰی آپ کو اس کی جزا دے ۔ آمین، ثم آمین۔

صدر مملکت کا خطاب، پورے متن کے ساتھ میرے ہاتھوں میں ہے ۔ اس کا ایک ایک لفظ پڑھ چکا ہوں ، ایک ایک زیر و زبر میں نے پڑھا ہے ۔ علامہ اقبال کے خوابوں سے شروع ہو کر

قائداعظم کے رہنما اصولوں پر انجام پانے والی اس تقریر دلپذیر میں ڈھونڈنے سے بھی مجھے کوئی ایسی بات نظر نہ آئی کہ جس میں ان خوابوں کی تعبیر اور اٹھائے گئے اقدامات کا تذکرہ ہو' ان خاکوں میں رنگ بھرنے کا ارادہ ہو' ان عزائم کی تکمیل کے سلسلے میں کوئی چارٹر دیا گیا ہو۔ یقیناً صدر محترم نے اپنے خطاب میں ہمیں یہ یاد دلایا ہے کہ ہمارے پاس زرخیز زمین ہے' چھ دریا ہیں' کوئلہ ہے' گیس ہے اور جوہری توانائی ہے۔ جناب چیئرمین! اگر ہمارے پاس نہیں تو زرخیز دماغ نہیں ہے۔ دریا ہیں پانی نہیں ہے' کوئلہ ہے' گیس ہے' ایٹمی توانائی ہے لیکن یہ ہمارا دم گھٹنے کا سبب بن رہی ہے۔

جناب چیئرمین! مجھے یہ کہنے دیجیئے کہ یہ ایک بے بس' مجبور' لاچار اور محبوس سربراہ مملکت کی تقریر ہے' اپنے گناہوں کا اعتراف ہے۔ مغربی سامراج عراق' افغانستان' twin towers اور اس طرح کے دوسرے جرائم مسلمان ممالک کے سرتھوپنا چاہتے ہیں مگر ثبوت مہیا نہ کر سکے۔ جناب چیئرمین! آپ یہ بات نوٹ کرلیں کہ آج ہم ہی سے اعتراف کروا کر ہمارے ہی خلاف آنے والے کل کے لئے charge sheet تیار کی جا رہی ہے۔ جناب چیئرمین! یہ انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ ہم اغیار کو' دوسری اقوام کو' سامراج کو یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ آپ جو فرما رہے ہیں' جو الزامات ہم پر لگا رہے ہیں' وہ بالکل بجا ہیں' درست ہیں چہ جائیکہ ہم ان کی تردید کرتے۔ IAEA کی ایک charge sheet انہوں نے ہمیں دکھا دی ہے کہ IAEA نے یہ charge sheet لگائی ہے۔ جناب والا! جیسا کہ پہلے بھی میں نے اپنی کسی تقریر میں کہا تھا

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھیئے ہوتا ہے کیا

تو جناب! پردہ اٹھنے کی منتظر ہے نگاہ۔

دنیا کی طرف سے ہم پر چار الزامات اور نام نہاد منفی تاثرات کو ہمارے یہ حکمران الزامات کی صورت میں لگائی گئی بے بنیاد باتوں پر فخر کر رہے ہیں' پتا نہیں یہ ہمیں کس جانب بھیجیں گے۔ کیا ایک آزاد' خود مختار' باوقار قوم کی حمیت یہی تقاضا کرتی ہے۔ ہم پر کوئی بھی الزام لگائے' ہم سرتسلیم خم کر رہے ہیں۔ جناب والا! یہ ہرگز ہرگز کسی باوقار قوم کے صدر مملکت کے خیالات نہیں ہو سکتے۔

جناب چیئرمین! مجھے آج تک یہ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ دہشت گردی کس بلا کا نام ہے۔ سب سے زیادہ دہشت گردی کے حوالے سے ہم پر الزام لگایا جا رہا ہے۔ خوف و ہراس پھیلانا اور اس سے ملکوں میں بدامنی پھیلانا، قتل و غارت گری کا بازار گرم کر کے لاکھوں عورتوں کو بیوہ بنانا، لاکھوں بچوں کو یتیم کرنا میرا خیال ہے کہ دہشت گردی یہی ہے۔ جناب والا! آپ خود اندازہ لگائیں کہ اس دہشت گردی کا اس وقت سب سے زیادہ مرتکب کون ہے۔ میں اپنے معزز فاضل اراکین سینیٹ جو اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں، کیوں کہ وہ موجود نہیں ہیں، میں ان کا نام بھی نہیں لینا چاہتا لیکن ابھی انہوں نے ایک گھنٹہ پہلے ہم پر الزامات کی بوچھاڑ کر دی۔ انہوں نے ہمیں دہشت گرد بھی قرار دیا۔ انہوں نے ہمیں ملک دشمن بھی قرار دیا، پتا نہیں ملک دشمنی اور دہشت گردی کے ان کی ڈکشنری میں کیا معنی ہیں؟ اچھا ہوا ہمارے غوری صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، میں ان سے یہ کہہ رہا ہوں۔

جناب! یہاں پر انہوں نے ہمیں طعنہ دیا کہ ہم نے ضلعی حکومتوں کو 6 سال کی چھوٹ دے دی۔ جناب والا! میں انتہائی ادب کے ساتھ آپ سے گزارش کروں گا کہ اس وقت ہم نے سب سے پہلے Schedule 6 کی مخالفت کی اور اس کا عملی ثبوت بھی ہم نے آپ کو دکھایا۔ ہم نے انتخابات میں حصہ بھی نہیں لیا اور اس وقت آپ کی جماعتوں کے 99% ناظمین صوبہ سرحد اور بلوچستان میں ہیں۔ اگر آپ واقعی schedule 6 کے بارے میں اتنے ہی مخلص ہیں تو آپ ان سے استعفی دلائیں۔ بہر حال بات کہیں اور جا رہی ہے۔ میں ذرا اس کو مختصر کرنا چاہتا ہوں۔ مغربی ممالک جہاں ہمارے جوہری اسلحہ کی technology کا اتوار بازار کھلا ہے۔ انہیں اپنی آنکھ کا تنکا نظر نہیں آتا۔ اس طرف انہوں نے کیوں توجہ نہیں دی۔ IAEA نے خود انکشاف کیا ہے کہ امریکہ، روس، جرمنی، بلجیم، آسٹریلیا، جاپان، جنوبی کوریا، جنوبی افریقہ اور سوئیزر لینڈ کی companies غیر ممالک کو خفیہ طور پر جوہری اسلحہ سازی کے لئے technology فراہم کرتی رہی ہیں۔

جناب چیئرمین! آسٹریلیا centrifuge کے لئے مقناطیس فراہم کرتا رہا ہے - یہ "جنگ" 17 فروری 2004 کی خبر ہے - جنرل مشرف نے Davos میں عالمی اقتصادی forum پر اس پر احتجاج بھی کیا تھا کہ جوہری اسلحہ کے پھیلانے میں یورپ ملوث ہے کیوں کہ وہاں دھات

سازی کی technology بہت ترقی کر چکی ہے لیکن ان ممالک کی حکومتیں اس دھندے میں ملوث افراد یا اداروں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر رہیں۔ یہ Dawn کی خبر 25 جنوری کی ہے لیکن شومئی قسمت دیکھیئے جناب چیئرمین! کہ احتجاج record کرنے کے باوجود اپنے ہی اداروں اور اپنے ہی افراد کے خلاف کارروائی کرنا' میں اس سے صرف اور صرف یہ سمجھتا ہوں کہ "ہے جرم ضعیفی کی سزا مرگ مفاجات"۔

جناب چیئرمین! اپنی کمزوریوں کو دیکھتے ہوئے بھی یورپی ممالک نے کس دیدہ دلیری کے ساتھ یہ تحکمانہ انداز میں کہا ہے کہ ہمیں برصغیر کی دو ریاستوں ہندوستان اور پاکستان کو ہدایت جاری کی ہے' کہ NPT پر دستخط کرو۔ یہ حوالہ میں "Dawn" کی 12 فروری کی خبر سے دے رہا ہوں۔ ہندوستان کے وزیر سلامتی برجیش مشرہ نے صاف صاف کہہ دیا کہ ہم کسی NPT پر دستخط نہیں کریں گے۔ اسی طرح ہمارے سفیر جناب منیر اکرم نے بھی جو پاکستان کے مندوب ہیں انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ پاکستان ایک آزاد مملکت ہے ' وہ کسی غیر ملکی ادارے کو اپنی ایٹمی تنصیبات کا معائنہ کرنے نہیں دے گا۔ کاش ایسا ہوتا۔ 8 فروری کو انہوں نے یہ دعوی کیا اور اسی 8 فروری کے "Dawn" میں یہ خبر چھپی ہے کہ پاکستان کے جوہری اسلحہ خانوں کے تحفظ میں ان مہلک ہتھیاروں کی دہشت گردوں اور انتہا پسندوں کو منتقلی کی روک کو تھام کے لئے امریکہ نے رابطہ کمیٹی تشکیل دی ہے جو پاکستان کے حکام کو ایٹمی اسلحہ کے لیے خفیہ کوڈ استعمال کرنے کا مشورہ دے گی۔ جناب والا! آپ خود سوچئے جب ہمارے ایٹمی اسلحہ کے خفیہ کوڈ امریکہ بہادر کے ہاتھ میں ہوں گے تو آپ کیا سمجھتے ہیں کہ جب ہم پر کسی بھی طرف سے جنگ تھوپی جائے گی تو امریکہ ہمیں اس بات کی اجازت دے گا کہ ہم اپنا ایٹمی اسلحہ استعمال کریں۔ ہمیں تو آج تک اس کا چھٹا بحری بیڑہ یاد ہے جو شائد آج تک بھی بنگلہ دیش نہیں پہنچ سکا۔

جناب والا! Dawn کے ہی بارہ فروری کے شمارے میں جب اس کی تردید کی گئی تو مجھے خوشی ہوئی لیکن سچی بات یہ ہے کہ پاکستانی حکام اپنی ساکھ اس قدر گرا چکے ہیں کہ ان کی باتوں پر یقین نہیں آتا۔ انتہائی افسوس کا مقام ہے۔ عالمی سطح پر ہمارا جو imageہے وہ تو ہے لیکن اب ہم داخلی اعتبار سے بھی اپنا image کھو چکے ہیں۔

پھر جناب والا! IAEA کے سربراہ کا اپنے آقا کی صفائی میں یہ انکشاف' جب یہ خبر

چھپی کہ امریکہ بہادر اور امریکی کمپنیاں بھی جوہری اسلحہ کی ٹیکنالوجی کے پھیلاؤ میں ملوث ہیں تو IAEA کے سربراہ کیا فرماتے ہیں کہ یہ ایٹمی اسلحہ کا راز نادانستگی میں دیا گیا ہے۔ جناب اگر وہ نادانستگی میں دے سکتے ہیں تو کیا دوسرے ممالک نادانستگی میں نہیں دے سکتے؟ اس کے باوجود کہ شمالی کوریا، لیبیا اور ایران اس کی تردید کرتے پھر رہے ہیں کہ ہم نے پاکستان سے ایٹمی اسلحہ کا کوئی راز نہیں لیا لیکن ہم خود ہی بضد ہیں کہ نہیں جی، ہم نے ہی آپ کو دیا ہے۔ میں اپنی بات کو پھر دہرانا چاہتا ہوں کہ ہم اپنے خلاف خود فرد جرم عائد کرنے کے لیے ان کو مواقع فراہم کر رہے ہیں۔ ان کی ایجنسیاں عراق، بوسنیا اور افغانستان میں ناکام ہو چکی ہیں۔ انہوں نے اپنی satellites وغیرہ کی بہت دھاک بٹھائی ہوئی تھی لیکن جب کوئی چیز نہیں ملی تو انہوں نے سوچا کہ اب خود ان سے ہی اگلوا کر، ان سے ہی اعتراف کروا کر مستقبل میں کارروائی کریں گے۔ اس لئے ان اعترافات کا نقصان ہو گا۔

جناب والا! اس حوالے سے صدر مملکت کی تقریر انتہائی کمزور دلائل کی حامل تھی جس میں انہوں نے صرف اعتراف کیا۔ اس میں قوم کو کوئی راہ نہیں دکھائی کہ ان نازک حالات میں کیا کرنا چاہیئے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ ان کو پارلیمنٹ کو اعتماد میں لینا چاہیئے تھا۔ 340 MNAs اور 100 سینیٹروں کی موجودگی میں قوم اور ملک کی تقدیر کے تمام فیصلے ایک کمرے میں بیٹھ کر کیے گئے، اس سے زیادہ پارلیمنٹ کی اور کیا توہین ہو سکتی ہے۔ یہ ایک انتہائی افسوسناک امر ہے۔

جناب چیئرمین: حاجی صاحب! آپ کا وقت ختم ہو رہا ہے۔

سینیٹر لیاقت علی بنگلزئی: جناب والا! آپ کے ارشادات کے عین مطابق میں اپنی تقریر کو ذرا مختصر کرتا ہوں۔ مجھے زراعت، صنعت، banking، تعلیم، خوراک، خارجہ، داخلہ، معیشت اور نشر و اشاعت تمام پالیسیوں پر بات کرنا تھی لیکن کیونکہ آپ نے وقت جو دیا وہ کم ہے بہت مہربانی آپ نے مجھے وقت دیا لیکن میں صرف ایک اور point کے بعد اپنی تقریر ختم کروں گا۔ Dawn اور جنگ نو اور گیارہ فروری کے شمارے میں یہ کہتے ہیں کہ امریکی CIA کے Director General جارج ٹینٹ نے جارج ٹاؤن یونیورسٹی میں دوران تقریر انکشاف کیا کہ ان کے اور برطانیہ

کے جاسوسوں نے ڈاکٹر قدیر کے حلقے میں داخل ہو کر اس بات کا پتا لگا یا کہ وہ منظم طور پر centrifuge مشین کے حوالے سے ملوث ہیں ۔ اس کی تصدیق امریکی وزارت خارجہ کے رچرڈ باؤچر کے اس بیان سے ہوتی ہے جس میں انہوں نے کہا کہ وہ کئی سالوں سے حکومت پاکستان کو ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی سرگرمیوں کے بارے میں اطلاع بھی دے رہے ہیں ۔

جناب والا! یہاں ایک انتہائی اہم سوال اٹھتا ہے ۔ اسی اخبار میں جناب مشرف نے اس بات کی تصدیق بھی کی ہے کہ مجھے اطلاع ملتی رہی ہے ۔ جناب والا! سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر انہیں ڈاکٹر قدیر خان پر تین سال سے شک تھا۔ ان کی تقریر کا لب لباب یہ ہے کہ ان کو بھی شک تھا۔ جیسا کہ گیارہ فروری کی جنگ اخبار میں بھی رپورٹ ہے ۔اس کے معنی یہ ہوئے کہ جنرل صاحب کو جارج بش کے حکم کا انتظار تھا۔

جناب چیئرمین: آپ کا time ختم ہو گیا۔تشریف رکھیں۔

سینیٹر لیاقت علی بنگلزئی: جناب ! دو منٹ میں ختم کرتا ہوں ۔ ان لفظوں میں جنرل صاحب ، چیف ایگزیکٹو صاحب اور صدر مملکت صاحب کی حیثیت ایک SHO کی نہیں بنتی؟ کہ جب جارج بش کہتے ہیں کہ آپ یہ کریں تو وہ کہتا ہے .yes sir اور جب جارج بش کہتے ہیں کہ میں آپ کو اطلاع دے رہا ہوں لیکن اس وقت تک آپ خاموش رہیں تو یہ خاموش رہتے ہیں ۔

جناب چیئرمین: حاجی صاحب! آپ کا وقت ختم ہو گیا ہے ۔تشریف رکھیئے ۔

سینیٹر لیاقت علی بنگلزئی: جناب والا! میں صرف ایک بات کہتا ہوں کہ ایک دفعہ دوران سفر ایک امریکی سیاح نے صرف تین جملے ہیں جناب چیئرمین، سائنسی ٹیکنالوجی اور کمالات کا ذکر کرتے ہوئے مجھے مرعوب کرنے کی کوشش کی ۔ اس نے کہا کہ ہم بارہ سو کلومیٹر فی گھنٹے کی رفتار سے فضاء میں پرندوں کی طرح اڑ سکتے ہیں یعنی چل سکتے ہیں ۔ چار سو کلومیٹر فی گھنٹہ کے حساب سے ہم سمندروں میں مچھلیوں کی طرح تیر سکتے ہیں اور آپ؟ مجھ سے سوال کیا ۔ میں نے کہا انسانوں کی طرح چلنا سیکھو۔ والسلام ۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: میں ممبران سے درخواست کروں گا کہ وقت کی پابندی کا مہربانی کرکے خیال رکھیں، یہ بہت ہی ضروری ہے ۔ ڈاکٹر خالد رانجھا۔

سینیٹر ڈاکٹر خالد رانجھا: جناب چیئرمین صاحب! میں آپ کا بڑا مشکور ہوں آپ نے مجھے موقع دیا اور ساتھ تنبیہہ بھی کردی کہ وقت کا خیال رکھوں ۔ اس ہاؤس کی روایت ہے کہ جتنی آپ تنبیہہ کرتے ہیں اتنا ہی ہم اس کا خیال نہیں کرتے ۔ چونکہ ایک ادارے کی بات ہو رہی ہے ۔ صدر مملکت ایک ادارہ ہے۔ ہم بھی ایک ادارہ ہیں ۔ ہمارے بھی قواعد و ضوابط ہیں ۔میں سمجھتا ہوں کہ ادارہ اس لئے چل رہا ہے کہ ہم سب کو یہ احساس ہو کہ جب Chair سے کوئی حکم ہو تو اس کی تعمیل ہونی چاہیے ۔ لیکن some rules which are already misused. میں بڑے ادب سے کہوں گا کہ اس ہاؤس کی بقاء اور اس کا وقار اس میں ہے کہ اس کے قواعد و ضوابط پر عمل کیا جائے ۔میں بھی آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جونہی آپ لال بتی جلائیں گے میں بیٹھ جاؤں گا۔ کوشش کروں گا کہ اس سے پہلے بیٹھ جاؤں۔

جناب چیئرمین! آج جو بحث ہو رہی ہے میں سمجھتا ہوں کہ آج ضرورت ہے کہ اس کو صحیح تناظر میں دیکھا جائے ۔ صدر مملکت کی جو تقریر ہے یہ ایک آئینی ضرورت نہیں ایک آئینی تقاضا ہے اور صرف اس ملک میں نہیں تمام جمہوری ممالک میں یہ پایا جاتا ہے ' آخر اس کا مقصد کیا ہے؟ مقصد یہ ہے کہ صدر مملکت حکومت کی نمائندگی نہیں کرتے ۔ صدر مملکت ہو یا بادشاہ وقت ہو' جیسا کہ برطانیہ میں The Queen addresses the House وہ نمائندگی کرتے ہیں ملک کی نہ کہ حکومت کی ۔ یہ ایک ایسا موقع ہوتا ہے جس میں مقننہ کا حصہ ہوتے ہوئے ۔صدر مملکت پارلیمان کا حصہ بھی ہیں ۔ صدر کے بغیر پارلیمنٹ مکمل نہیں ہوتی ' جمہوری اور آئینی تقاضا بھی یہ ہے کہ سال کے شروع میں صدر مملکت پارلیمان سے خطاب کریں گے ۔ اس خطاب کا مقصد یہ ہے کہ آئندہ سال کے لئے نشاندہی کرنا کہ ملکی ضروریات کیا ہیں ۔ ہماری سمت کیا ہونی چاہیے اور ہماری مشکلات کیا ہیں ۔ آپ ان مشکلات کا حل ڈھونڈیں اور یہ بات جو میں کہنا چاہ رہا ہوں کہ صدر مملکت نے تقریر کی ۔ اس کے بعد جو بحث ہونی چاہیے 'وہ بحث یہ نہیں ہونی چاہیے کہ ہاں جی صدر مملکت نے یہ بات غلط کردی ' یہ بات تو ثابت نہیں ہوتی' یہ بات یوں ہونی چاہیے تھی' یہ بات تو جھوٹ کا پلندہ ہے۔ ہم سب اس بات کو تسلیم کر رہے ہیں کہ جن باتوں کی انہوں نے نشاندہی کی وہ ملک کی ضرورت کی نشاندہی تھی۔

آج میں سمجھتا ہوں کہ جو ہم بحث کر رہے ہیں .we are clustering problems ہم مسائل کی گفتگو کر رہے ہیں۔ آج ہمیں اس ایوان میں گفتگو کرنی چاہیے مسائل کی نہیں ، حل کی کہ .what is a solution to these problems اور اگر ہم یہ بات نہیں کریں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ .we are not a performing House ایک مقصد ہے اور روز کوئی نہ کوئی جب آپ order of the day دیتے ہیں اس سے پھر آگے پیچھے نہیں ہوتے ۔ آج order of the day یہ ہے کہ یہ جو مسائل کی نشاندہی کی گئی ہے آپ کی نگاہ میں ، اپوزیشن کی نگاہ میں ، treasury benches کی نگاہ میں ، اس کا حل کیا ہے؟ میں سمجھتا ہوں آج ہم تمام کے تمام دوست we appeal on the tangent, on the tangent for the reason کہ مخالفت برائے مخالفت ، اگر میں کہتا ہوں کوا کالا ہے ، یہ اس کو کہیں گے ، نہیں ، کوا سفید ہے۔ اس رویہ سے ہٹ کر ہمیں بات کرنی چاہیے۔ اور جن مسائل کی انہوں نے نشاندہی کی ہے ہمیں باری باری اس کا نوٹس لے کر ممبران کو یہ کہنا چاہیے کہ میری نگاہ میں اس مسئلے کا حل یہ ہے یا یہ مسئلہ ہے ہی نہیں ۔ تو اس تناظر میں آپ سے میں گزارش کروں گا کہ جو انہوں نے سب سے بڑی بات آغاز میں کی ہے کہ ہماری national problem ایک mindset کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ بنیادی طور پر اس ملک میں corruption ہے ۔ اس ملک میں nepotism ہے ۔ ایک تیسری بات شاید وہ کہنا بھول گئے۔ میں گزارش کروں گا جو ہمارا سب سے اہم مسئلہ governance کا ہے ، وہ خوشامد ہے ۔ اب اگر آپ خوشامد کو نکال دیں تو میں سمجھتا ہوں شاید governance بہتر ہو جائے گی۔

مجھے ایک واقعہ یاد آتا ہے کہ پچھلے الیکشن کے دور میں ماڈل ٹاؤن میں تمام divisions کے حساب سے سیٹیں دے رہے تھے اور ہر division کے دوست الیکشن لڑنا چاہتے تھے ، ان کے لئے ایک دن مقرر کیا گیا تھا۔ اس دن لاہور کے علاوہ باقی اضلاع کی باری تھی اور تمام جو بیٹھے ہوئے تھے اپنا اپنا تعارف کرا رہے تھے ، ایک صاحب نے کہا کہ جناب والا! یقین کیجئیے میں ابھی عمرہ کر کے آ رہا ہوں اور جھوٹ بولنے والے پر لعنت ، وہاں جو میں نے غور سے دیکھا تو مجھے آپ کا چہرہ نظر آیا ، جب اور غور کیا تو دیکھا کہ آپ کے سر پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ ہے تو جس پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ ہو ، میں تو اس کے جوتوں کا غلام

ہوں۔ جناب اگر مجھے ٹکٹ ملی تو میں بالکل آپ کا غلام رہوں گا۔ جو ساتھ والا تھا اس نے کہنی ماری اور اپنے انداز میں چھوٹی سی گالی دے کر کہتا ہے کہ یہ بتاؤ اس کے بعد اب میں کیا کہوں۔ تو گزارش یہ کہ جب خوشامد کی انتہا ہو جاتی ہے تو that erodes good governance. جب بات آتی ہے nepotism کی، جب بات آتی ہے corruption کی تو اس سے بڑھ کر جو ہم میں برائی ہے وہ خوشامد والی ہے۔ احترام بڑی اچھی بات ہے، احترام ہونا چاہیئے، جب احترام خوشامد میں تبدیل ہو جائے تو پھر فیصلے درست نہیں ہوتے، پھر nepotism آ جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اس ہاؤس میں بابر غوری صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ بڑے دنوں سے چلا رہے ہیں کہ خدارا! civil servant کو extension نہ دیں۔ یہ بری بات ہے۔ یہ nepotism ہے۔ اس سے governance تباہ ہوتی ہے۔ اس سے کرپشن آتی ہے۔ اس ہاؤس نے resolve بھی کیا ہے۔ میرے نزدیک بابر غوری نے ایک service کی ہے۔ He has given a line of solution ہمیں آج یہ بحث کرنی چاہیئے کہ corruption کے لئے قوانین ہیں۔ NAB بھی ہے۔ Anti Corruption Courts بھی ہیں۔ Anti Corruption Establishment بھی ہے۔ پھر corruption کیوں ہے؟ لہذا، جو ادارے موجود ہیں یا ادارے کام نہیں کر رہے ہیں۔ قانون موجود ہے، قانون پر عمل داری نہیں ہو رہی ہے۔ جب تک یہ ہاؤس اس بات کی ضمانت نہیں دے گا کہ قانون پر ہم عمل داری کروائیں گے اس وقت تک یہ mind set تبدیل نہیں ہو گا۔ لیکن ہم یہ کیسے کروا سکتے ہیں؟ اس طرح کروا سکتے ہیں کہ ہم لوگ apex ادارہ ہیں۔ سب سے پہلے اس قانون کو اپنے اوپر نافذ کریں گے۔ ہمارا آئین کہتا ہے کہ صدر مملکت joint House کو address کریں گے۔ صدر مملکت خواہ جناب اسحاق خان صاحب ہوں، خواہ لغاری صاحب ہوں، خواہ تارڑ صاحب ہوں اور خواہ پرویز مشرف صاحب ہوں، اس ہاؤس نے کبھی صدر مملکت کو نہیں سنا۔ چھوڑیں بات پرویز مشرف صاحب کی۔ میں ادارے کی بات کرتا ہوں۔ We have never implemented the Constitution office. بات صرف مارشل لاء کی نہیں ہے لیکن جب تک ہم اپنے اوپر یہ message لاگو نہیں کریں گے کہ یہ ہاؤس آئین پر عملداری پر یقین رکھتا ہے، اس وقت تک توقع نہ کیجیئے کہ نچلی سطح پر آپ اداروں کو کام کرتے ہوئے دیکھیں گے۔ میں بڑے ادب سے کہوں گا ایک سال تک ہم کہتے رہے کہ جی یہ ہاؤس مکمل نہیں

ہے۔ تب مکمل ہو گا جب صدر مملکت خطاب فرمائیں گے۔ یہ کہتے رہے کہ خطاب اب کیجیئے گا۔ جب خطاب کیا تھا تو آج میں سمجھتا ہوں کہ it is a total farce today. The way you discussed it, you discussed something which you hear. اس خطاب کو ہم نے نہیں سنا تھا اور آج اتنی لمبی باتیں ہو رہی ہیں۔ یوں تصور دیا جا رہا ہے کہ ہم نے ایک ایک لفظ سنا تھا۔ Reading is not the same thing as hearing. میں ایک وکیل ہوں۔ ہم روز عدالتوں میں پیش ہوتے ہیں۔ اگر سننا اور پڑھنا ایک بات ہوتی تو پھر تو ہم روز ایک تحریر لکھ کر عدالت کو بھیج دیتے اور کہتے کہ فیصلہ دے دو۔ وہاں بولتے ہیں اور بحث کرتے ہیں۔ سننے اور بولنے کا ایک مقصد ہوتا ہے۔ میں کوئی تنقیدی بات نہیں کر رہا' نہ الزامی بات کر رہا ہوں۔ آج گفتگو متن میں تو صرف الزام ہی ہوگئی ہے۔ ہمیں الزامی گفتگو سے ہٹ کر ایک انداز اپنانا چاہیئے جسے ہم کہتے ہیں constructive انداز۔ میں کسی دوست کو برا بھلا نہیں کہہ رہا۔ صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ ہم سب پر لازم ہے کہ ہم یہ سوچیں کہ آئین پر عملداری ہونی چاہیئے۔ سینیٹ rules پر عملداری ہونی چاہیئے۔ جب یہ عملداری شروع ہو جائے گی تو پھر مجھے یقین ہے کہ ہم یہ کہہ پائیں گے کہ قانون کی حکومت ہے۔

دوسری بات جو قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ جب بھی ہم بیٹھتے ہیں' جب بھی بات کرتے ہیں' کہتے ہیں جی! اگر اس ملک میں عدلیہ ٹھیک ہو جائے تو تمام کے تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔ عدلیہ ٹھیک کیوں نہیں ہے؟ آج جب nepotism کی corruption کی human rights کی دہشت گردی کی اور غلط رویوں کی بات آئی تو تان ٹوٹتی ہے آکر عدلیہ پر۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب ہم کہتے ہیں کہ ہم ایک اسلامی ملک ہیں۔ اسلام آئین کا ایک حصہ ہے۔ Article 2A یہ چیز لازم کرتا ہے کہ اس ملک میں شریعت کی حکومت ہے۔ تمام قوانین اس ملک میں ایسے ہیں کہ اگر کوئی قانون متصادم ہو شریعت سے یا قرآن سے تو وہ قانون نہیں رہ سکتا۔ اس کے باوجود ہم کیوں روتے ہیں کہ عدلیہ کام نہیں کر رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم بیٹھ کر یہ سوچیں کہ جب قانون ہے ' آئین ہے ' structure ہے ' Law Commission ہے' سپریم کورٹ ہے' ہرصوبے میں ہائی کورٹ ہے' ہرصوبے میں فیڈرل شریعت کورٹ ہے'

سیشن کورٹس ہیں، سول کورٹس ہیں تو پھر انصاف کیوں نہیں ملتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج ہمیں یہ بحث کرنی چاہیے کہ کیا کیا عوامل ہیں جن پر ہم سوچیں اور یہ کہیں کہ اس پر عمل کر لیا جائے تو شاید یہ مسئلہ حل ہو جائے ۔ میری آپ سے بڑے ادب سے گزارش ہے کہ اس ہاؤس کو یہ چیز سامنے رکھنی چاہیے کہ جب ہم بات corruption کی کرتے ہیں، رشوت کی کرتے ہیں تو اس وقت کبھی کسی لائن مین کی رشوت سامنے نہیں آتی ہے، کسی کسٹم کلکٹر کی رشوت سامنے نہیں آتی ہے، نہ ہم تھانیدار کی رشوت کی بات کرتے ہیں۔ فوری کہہ دیتے ہیں کہ عدلیہ میں بڑی corruption ہے اور یہ بات درست ہے کہ اگر ایک نوجوان کوئی جرم کرتا ہے تو اسے ہم اور طرح سے دیکھتے ہیں اور اگر کوئی امام مسجد وہی جرم کرتا تو ہم اور طرح دیکھتے ہیں۔ اس لئے میں ہاؤس سے گزارش کروں گا کہ عدلیہ کو بہتر بنانے کے لئے جو بھی طریق کار ہے، اسے اپنایا جائے۔

جناب والا! اسلام کی پہچان، میری بات غلط نہ سمجھیئے گا، عبادت نہیں ہے بلکہ اسلام کی پہچان نظام عدل ہے۔ اگر ہم عادلانہ نظام نافذ کر دیں اور عادلانہ نظام کیا ہے۔ نمبر 1۔ قاضی وہ آدمی ہو جو independent ہو، اہل ہو اور اس پر کوئی الزام نہ ہو۔ نمبر 2۔ Entery into judiciary should be looked into and entery should be on merit. Retention should be on merit. اور نمبر 3۔ ہمارے پاس ایسا ادارہ موجود ہے جو Supreme Judicial Council کہلاتا ہے۔ تاہم شاید پچھلے پچاس سال میں یہ دو دفعہ بیٹھے ہوں۔ جو ادارہ پچاس سال میں دو دفعہ بیٹھتا ہے، اس کی کیا افادیت ہوگی۔ اس لئے میں ہاؤس سے یہ کہوں گا کہ اس پہلو پر ہمیں غور کرنا چاہیے کہ how to ensure entery into judiciary of the deservings. ہمارے ہاں ہی نہیں، یہ ہندوستان میں بھی ہے۔ ہم نے ایک Judges Case کیا، جس میں یہ کہا کہ حکومت کو باہر نکال دو، جج وہ مقرر ہوگا جسے صوبے کا چیف جسٹس کہے گا اور پھر اسے چیف جسٹس آف پاکستان approve کرے گا۔ صدر مملکت کو اختیار نہیں ہے کہ وہ اس سے انکار کرے۔ اس کو appoint کیا جائے۔ لیکن جب بھی فرد واحد کو اختیار دیں گے، تو اس کی خلاف ورزی ہو گی۔

جناب والا! ہندوستان میں یہ فیصلہ کیا گیا ہے اور ہم نے اسے borrow کیا ۔ انہوں

نے یہ کیا ہے کہ صوبے میں ایک جج نہیں بلکہ چیف جسٹس اور تین سینئر جج فیصلہ کریں کہ کس کا نام recommend کرنا ہے اور حکومت یا فیڈرل گورنمنٹ، چیف جسٹس سپریم کورٹ اور تین سینئر جج فیصلہ کریں کہ کس کو aprove کرنا ہے اور پھر صدر مملکت اس فیصلے پر کاربند ہوگا۔ میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ lets devise a mechanism whereby you can assure of fair, independent working and a viable judiciary. ان کی تنخواہ کم ہے۔ ان کی condition بہتر کرنی چاہیے۔ ان کے افراد زیادہ کرنے چاہئیں۔ تمام دنیا میں population اور doctor ratio کو دیکھا جاتا ہے۔ کالج اور یونیورسٹیوں میں teacher ratio کیا ہے اور نظام عدل میں دیکھتے ہیں کہ قاضی اور population ratio کیا ہے۔ ہمیں اس پر بھی غور کرنا چاہیے اور میں سمجھتا ہوں اور اس ہاؤس میں گزارش کرتا ہوں کہ بحث کو اس طرف لے جائیے گا کہ کیا کیا عوامل اپنائے جائیں کہ جس سے ہمارے حالات بہتر ہو سکتے ہیں۔

صدر صاحب نے آبی ذخائر کے بارے میں نشاندہی کی ہے۔ ہم سب ڈیموں کی بات کرتے ہیں کہ ڈیم بننے چاہئیں۔ ڈیم نہ بنے گا تو ہم غرق ہو جائیں گے۔ میں بڑے ادب سے کہتا ہوں کہ ڈیم تو بنتے رہیں گے۔ ہمارے ہاں ایک canal system ہے۔ جو دوست صوبہ سرحد سے ہیں یا صوبہ بلوچستان سے ہیں، شاید میرے ساتھ وہ share نہیں کریں گے۔ میں بات کروں گا کہ ہمارے ہاں canal system ہے اور جو canalize areas ہیں ان میں بیشتر علاقہ جو ہے وہ tail پر ہے۔ جہاں پر نہر ختم ہوتی ہے اس کو ہم tail کہتے ہیں۔ قانون یہ ہے کہ tail کے اوپر کسی آدمی کو اضافی پانی کا حق نہیں ہے۔ چھوڑیں ڈیم کی بات، آپ نے rules وضع کیے ہوئے ہیں، ہوتا کیا ہے، اگر میں MNA ہوں میرا رقبہ tail پر ہے تو میں وہاں پر لکڑیاں لگا کر باغ کے لیے پانی sanction کروا لیتا ہوں اور وہ پانی پیچھے سے نہیں آتا، وہ پانی الگ سے کاٹ کر ہمیں مل جاتا ہے۔ اگر میں چیئرمین ہوں تو میں یہ کر لیتا ہوں۔ جتنے بااثر لوگ ہیں ان کے رقبے tail کے اوپر ہیں۔ کبھی دیکھئیے گا، ملاحظہ کیجئے گا کہ انہوں نے کیا کیا استحقاق اپنایا ہوا ہے۔ کیوں نہیں ہم کہتے کہ جو rules, by-laws ہیں of water distribution ان کے اوپر تو عمل کر لیں۔ اس کے لیے تو کسی بڑے ذخیرے کی ضرورت نہیں ہے، کالا باغ ڈیم کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ بیشتر دوستوں نے جنہوں نے یہ عمل کیا ہوا ہے وہ ممبران مقننہ ہیں۔

کوئی نیشل اسمبلی کا ممبر ہے تو کوئی صوبائی اسمبلی کا ممبر ہے، کوئی چیئرمین ضلع کونسل ہے۔ کسی غریب آدمی نے اپنے حصے سے زیادہ پانی نہیں لیا ہوا۔ میں اس ہاؤس کی وساطت سے یہ کہوں گا کہ کیوں نہیں صوبہ پنجاب اور صوبہ سندھ کی حد تک جہاں tail exist کرتی ہیں جو بھی ہمارے وزیر اس سے منعلق ہیں وہ اس کا معائنہ کریں اور اس کو tabulate کریں اور پھر جس نے تجاوز کیا ہے اس کو کاٹ دیں---

Mr. Chairman: Please try to conclude.

سینیٹر ڈاکٹر خالد رانجھا: میں آخری بات یہ کروں گا کہ تیسرا پہلو جو ہے وہ minorities کا ہے۔ تعصب کا ہے۔ جب پاکستان نہیں بنا تھا تب ہندو، مسلمان کو دور سے پانی پلاتا تھا، اس نے بانس اپنے پاس رکھا ہوا تھا۔ آج ہم جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں وہی تعصب ہم دکھاتے ہیں اقلیتوں کو اگر آپ کا عیسائی ملازم ہے تو کہتے ہیں کہ اچھا! اپنا برتن لے کر آ جاؤ، اپنے برتن میں چائے لے لو، اپنا حقہ لے لو۔ آپ نے اس کا حقہ پانی علیحدہ کیا ہوا ہے۔ یہ کوئی قانون نہیں ہے، یہ ایک رویہ ہے اس رویے کو ہم تبدیل کریں گے بذریعہ مسجد اور علماء کے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک اور پہلو ہے جس پر ہم کوئی قانون وضع کریں یا regulate کریں کہ کس طریقے سے لوگوں کا جو mind set ہے جس میں minorities کی طرف تعصب ہے، اس کو دور کیا جائے اور آج میں دوبارہ کہوں گا، میں اشارتاً بات کر رہا تھا، دوستوں سے کہوں گا کہ جب وہ بولتے ہیں تو جن جن مسائل کی نشاندہی کی ہے ان کے حل کا بھی ذکر کریں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: سینیٹر سعدیہ عباسی۔

Senator Mrs. Saadia Abbassi: Thank you Mr. Chairman, at the outside, I would like to ask Dr. Khalid Ranjha, as to what he was doing in Model Town on that particular day when he heard all that.

جو بات آپ نے اپنے کانوں سے نہ سنی ہو اور اپنی آنکھوں سے نہ دیکھی ہو، اس کے بارے میں آپ کیسے کہہ سکتے ہیں اس لئے یہ یا تو یہ بتا دیں کہ اس دن یہ ماڈل ٹاؤن میں کیا کر رہے تھے، کیا اس وقت پاکستان مسلم لیگ (ن) کے member تھے یا پیپلز پارٹی کے member تھے یا

PML(Q) کے member تھے؟

سینیٹر ڈاکٹر خالد رانجھا: جن کو ٹکٹ نہیں ملا تھا، ان کو بلا کر پوچھیئے گا، آپ کو بتا دیں گے۔

Senator Mrs. Saadia Abbasi: Mr. Chairman, I heard him for 15 to 20 minutes.

Mr. Chairman: Please continue with your speech.

Senator Mrs. Saadia Abbasi: I heard him for 15 to 20 minutes. Now, he would have the patience to hear what I have to say.

Mr. Chairman: Please, continue with your speech.

Senator Mrs. Saadia Abbasi: Mr. Chairman, the members of the Democratic Alliance in the Senate have spoken very eloquently and in detail about the inadequacy and inconsistency of the military set up in this country. I will just add to it that we, the Democratic Alliance do not recognize General Musharraf as the legitimate President of this country. He is a usurper, he toppled democratically elected government on October 12th, 1999. All steps that he has taken since that day whether it is the PCO, whether it is a validation from the Supreme Court, whether it is the LFO, whether it is the referendum or whether it is the fraudulent 17th Amendment, these are all deviation from the Constitution. We have taken an oath, an oath to defend the Constitution of 1973 as it stood on October 12th, 1999 and that is the Constitution that we will defend. This oath is a sacred trust of the people of Pakistan. We owe to the people of Pakistan to uphold the Constitution of 1973. The economic, political, domestic and

the foreign agenda of this country have always and is still set by General Pervez Musharraf. So, I will only comment on that.

The Kashmir issue, the Afghan issue and the nuclear issue have always been the domain of the military of this country. The General has had to perform a U-turn on all the three issues. So, he can rightly be called 'General-U-turn' because on the Afghan issue, they told the military, they told the civilian set up of this country, always, that under the doctrine of strategic death, please do not even interfere in the Afghan issue. Today, they have to conceed that yesterday's *'Jehadis'* are today,s terrorists. On the issue of Kashmir, a democratically elected Prime Minister of this country signed the Lahore Declaration which was an honourable way for the settlement of long standing dispute between India and Pakistan. What did they do, we all know what they did. They engaged 'mullahs' for hire and they derailed that process and after that what happened is all part of the history of this country. As far as the nuclear issue is concerned, it is very sad, it is regrettable that for Pakistan, our nuclear scientists are today called 'under world operator and proliferators'. There is no dignity, there is no honour in that. The chief scientist of India became the President of India and Dr. Qadeer Khan has been labelled as an 'under world operator'. He has been labelled as a proliferator, where is the dignity in that? Where is the honour in that? It is a humiliation for the entire country whether we are on this side of political divide or whether we are on that side of political divide. It has done no good to the people of this country. The people are de-moralized. The nuclear scientists of this country are rightly

the heroes of this country and they will get back that role when there is a democratic set up in this country. Today, there is no democratic set up in this country. I will just draw your attention as to who is running the country and who is setting the agenda for this country. There are so many things that can be said but due to shortage of time, I will just draw your attention to that. It is 'Dawn', February 24, 2004. There is a news item that 'plan underway to legalize the dead assets title of this country'. It says here that 'Pakistan is expected to hire the services of Hernando De Soto, a Peruvian economists, to legalize the titles of estimated $ 9.3 trillion worth of dead assets of land, properties and business of the informal economy. It says here, 'Mr. De Soto, on the invitation of President General Pervez Musharraf delivered a three hour lecture to an extra ordinary gathering of 152 people including cabinet members, senior officers of the general headquarters (GHQ), civilian bureaucracy and economists'. Then it goes on to say that, this man claims, he drew up and negotiated a plan in 1993 that reversed Fujimori's coup detat and returned the country to electoral democracy.

Point is sir, that do we not have economists in this country? Do we not have Chartered Accountants in this country? Pakistan Institute of Development Economics is one of the best institutions in the world. Are there no competent people in this country that we have to engage the services of people like De Soto, who is advising the country like Peru and who is the advisor to Fujimori, who is now sitting in Japan, who have to run away from his own country.

Then I come to the next item. This is 'Dawn' of February 25th, 2004. It says, "the restructuring the NAB began". The point is that who created NAB? This military establishment created NAB. So what is the issue of restructuring of NAB. Again it says, 'a restructuring of National Accountability Bureau have begun. Bureau Chairman, Lt. General Muneer Hafeez presided over a meeting. A NAB official said that foreign consultants, the De Speville and associates have been assigned the task of restructuring. Now who is in this scene? Other members of the restructuring team are Barrister Shazadi Baig, legal and policy advisor and prosecution specialist and Mujeeb Khan, a local institution reform specialist.

Mr. Chairman, there is a serious clout over Shazadi Baig. Her origin are dubious to say the least but the point is that; are there no legal experts in this country? I mean every body is incompetent on this side and very competent people are there on that side.

If nothing else Mr. Khalid Ranjha can be appointed for the re-structuring of NAB. We will have no problem with that but the point is that what is this about the re-structuring of NAB. This is only to oblige foreign consultants. Now who presided over this meeting? Punjab NAB Director General, Maj. General Masood Alam, D.G. Sindh, Haroon Sikandar Pasha, D.G. Balochsitan, Maj. Gen. Shakeel Tayyab Tirmizi, D.G. NWFP, Air Vice Marshal Hifazatullah, D.G. Rawalpindi, Rear Admiral Saeed Ahmad Sargana, Chief of staff Brigadier Nasir Mehmood.

Mr. Chairman, the point is, is there nobody from the Private

Sector? Is there nobody from this House or from the National Assembly of Pakistan. I mean, may be we are all very incompetent on this side of the isle but there are very competent people on that side also.

Then Mr. Chairman, the third issue. This is only in the last three days.

Mr. Chairman: Are you speaking on the President's speech or the newspaper items?

Senator Mrs. Saadia Abbasi: I can speak on anything. I am talking about that who is running the country. I am saying that the military establishment is running the country. There is a Parliament in place which is not being allowed to do its work. So whether it is news items or whether something else, I have a right to speak in this House on it.

The issue of privatization of Habib Bank was challenged in this House. It was raised by Mr. Ishaq Dar then Prof. Khurshid spoke about it at length and they agitated in this issue. It has been challenged in the Lahore High Court and there is a petitioner by the name of Taslim Shaukat Khan. He said that the previous government was offered by a Canadian group rupees 60 billion for the privatisation of Habib Bank.

The point is Mr. Chairman, that KAPCO, the Kot Addu Power Plant was also sold by the Privatization Commission and that was declared against public interests, against public policy and that decision was reversed by the Lahore High Court. This issue is not finished. This issue is going to go on, is going to linger on because there was no

transparency and no accountability. As opposed to that. I will point out to the actions of the Health Minister. We raised an issue in this House. He immediately took action. On the very third day, he asked the hospitals in the Federal capital area to give a report about wastage disposal. He took prompt action. It was raised in this House and he took prompt action. If the members of the opposition raised an issue. and it is a very serious issue and a very vital issue. What was the urgency? What was the urgency to accommodate the Agha Khan. This is a national asset of our country. This is not the way to dispose it. This matter has not ended.

Then the fourth issue, three days ago, a member of the provincial assembly of Punjab, belonging to Muslim League (N) was de-seated but at the same time the brother of the Minister of Commerce was declared a winner. This is contrary to settle law in this country. This is contrary to the decision of a similar nature in Sindh which has been two days before that but just because he was a member of the Pakistan Muslim League (N), he could be removed and the way he was removed and the person who was contesting opposite, he has been declared a winner. Is this democracy? Is this how democracy should be run? Is this how we respect democratic institutions of this country? The ground reality is that the country is not being run under a Parliamentary democratic system. Country is being run under a political, military Presidential set up and all powers are vested in one man and that is General Musharraf. However, having said all that I am an optimist and nothing is for ever.

We have seen manoeuvred and engineered laws in this country

before and we have seen the result of those laws also. A day will come in Pakistan when there will be a true democratic set up as is envisaged under the 1973 Constitution.

Mr. Chairman: Syed Amjad Abbas.

Senator. Muhammad Amjad Abbas : Thank you, Mr. Chairman, Mr. Chairman, I have deep respect for the people over there, specially people like Prof. Khurshid, Asfandyar Wali but I listened to their speeches, it made me to rethink. They said President's speech lacked vision and policy. Sir, when I go through the speech, I see vision. It made me to rethink again. President really indicated the situation in Pakistan, he has clearly specified the dangers we face and for the policy, I qoute him sir, he says,

آج پوری دنیا خاص طور پر پورے ملک کے عوام کی نظریں آپ پر مرکوز ہیں۔ آپ ذمہ دارانہ طرز عمل سے ثابت کریں کہ آپ یہ اہم ذمہ داریاں سنبھالنے کے اہل ہیں۔

Sir, the ball is in our court. They were just reading the lines that favour them not anything else. Sir, I will like to go through the speech point by point. Sir, President has indicated our country is gifted and blessed with all the resources, we just have to explore them and this Government is doing so. Sir, he has pointed out two things; corruption and nepotism.

Mr. Asfandyar Wali said there is NAB *zada* and NAB *zada*. Sir, when I define corruption, I will have different definition of corruption. When *Nawabzada* does corruption he becomes NAB *zada*.

Nepotism, sir, this government has allocated 33% seats to women in the Assemblies and when I see the distribution of the seats by the opposition benches I see nepotism. That is what nepotism is. Sir, if we look at the other issues that he has pointed out, Afghan issue, cross border terrorism. Sir, these Talibans were the boys of Gen. Babar created by PPP. They disown them. Now MMA owns them . That was their election slogan. Sir, credit should be given where it is due. I have real admiration for Z .A. Bhutto and I still admire him but it was Bibi who rolled back and capped the nuclear programme, the daughter of Z.A Bhutto.

Sir, if we look at the role of women, President has given 33% seats, now it is up to the women to prove themselves but at the same time people over there, had the majority in the House. Whenever he released such reforms, Bibi, daughter of the East, so, called by the opposition benches, failed to give any chance to the women. On the nuclear issue sir, it was for a peaceful purpose as a war deterrent it is, and the statement remains the same. On the Kashmir issue, it was being said that we have taken a 'U' turn. Sir, if I go through the statements given by any predecessor whether it be Zia-ul-Haq , whether it be Benazir Bhutto, Nawaz Sharif or anyone, it is the same. We need a peaceful resolution of Kashmir which is adhering with the Kashmirs. Sir, when we go back into the history, Ulama were divided on the independence of Pakistan. It was moderate Muslims like Quaid-i-Azam and Allama Iqbal through whose struggle we have an independent nation . Sir, Mr. Asfandyar Wali was speaking, he said "Thank God we are at the same position that his

forefather wanted". Sir I would differ with that. His forefather wanted United India and we still want independent Pakistan with good relations with India. Sir, comming to N.S.C. most of the people over there on that side were rejoicing on 12th October, 1999 when a government was toppled . Now, President has proposed National Security Council that would can be used as check and balance for the military to intervene.

I think with NSC we will stop all the ways of the Army to move in. Sir, on economic issues, the President has went for that where the poverty is? It lies in rural areas and I belong to the rural area so I really know it. I have seen it and we need reforms. It is up to us to bring the reforms so that go to the poverty driven areas. Sir, there is a huge difference between the interest rate that has been offered on the Industrial loan and the interest rate on the agricultural loan. You can obtain a loan on 4 percent interest for Industrial purpose but for the Agricultural purpose it is 11 percent. Punjab Government has lowered it to 9 percent. These are the laws that we want. We don't want to banging on LFO and people don't want that.

Sir, man made system is never perfect. We have a devolution plan. I will agree, it has drawbacks

صوبائی خود مختاری کے خلاف بھی ہے

but we are here now. We can make amendments. Just banging the desks would not get it. Let's bring it to the floor. They can do so. There should be check and balance. We can introduce them. I must end my speech with a quote of the President's speech

آئیے! قوم کے نمائندوں کی حیثیت سے قوم سے یہ وعدہ کریں کہ ہم بابائے قوم کے قول کے مطابق اپنے فرائض دیانتداری اور فرض شناسی سے ادا کریں گے تا کہ پاکستان کو ایک اعتدال پسند اور خوشحال ملک بنا سکیں۔ شکریہ۔

(ڈیسک بجائے گئے)

Mr. Chairman: Dr. Satakzai is not here. Mr. Rehmatullah Kaker.

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ (ایڈوکیٹ): نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ Thank you Mr. Chairman اس سے قبل کہ میں صدر مملکت، جنرل مشرف صاحب کی تقریر پر کچھ ناقص خیالات کا اظہار کروں، ابھی میرے دوست فرما رہے تھے کہ MMA does not own the Taliban. No. We don't own the Taliban, the creators were the backbone of PML (Q), they should own the Taliban. میری بہن سعدیہ عباسی صاحبہ نے کہا کہ Mullahs were engaged, ملا کے بغیر تو شاید زندگی گزارنی بھی مشکل ہو۔ خراج تحسین پیش کرتا ہوں بابر غوری صاحب کو کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی لال حویلی میں انڈین فلم بن رہی ہے۔ کتنی شرم کی بات ہے۔

صدر صاحب کے اور وزیراعظم پاکستان کے اور اس ملک کے خیرخواہ میری رائے کے مطابق اس ہال کے داہنے ہاتھ پر بیٹھے ہیں with some exceptions, اگر میرے دوست برا نہ مانیں تو left hand پر with some exceptions خوشامدیوں کا ٹولہ بیٹھا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول مبارک ہے کہ اللہ اس شخص پر رحم فرمائے جو میرے سامنے میری خامیوں کی نشاندہی کرے۔ یہاں تو سب کچھ ٹھیک کا نعرہ لگایا جا رہا ہے اور یہی چیزیں ہمیں لے ڈوبی ہیں۔ کچھ دوستوں کو اس بات سے چڑ ہے کہ پاکستان میں یہ کیا اسلام اسلام کی باتیں ہو رہی ہیں۔ اگر پاکستان میں اسلام کی بات نہیں کرنی تھی تو متحدہ ہندوستان تو پھر ٹھیک ہی تھا، پھر کیوں چڑتے ہیں۔ اس وقت مسلمانوں میں جو اتحاد و اتفاق تھا، اس وقت تو کوئی مہاجر، سندھی، سرائیکی، بلوچ، پٹھان، پنجابی نہیں تھا۔ اب کوئی مانے یا نہ مانے as a Pakistani تو ہم اپنے آپ کو recognize نہیں کرا سکے لیکن یہ دوسری بلا تو گلے پڑ چکی ہے۔

Soviet Union ، انڈیا اور کابل میں کشکول پھرانے والے کس منہ سے علماء کا نام لیتے ہیں؟ کس منہ سے ان کو دہشت گرد کہتے ہیں؟ Soviet Union کے دور میں، اس کی entry سے پہلے جب ظاہر شاہ کا تختہ الٹا گیا تو سردار داؤد خان کو welcome کیا گیا۔ جب وہاں نور محمد ترکئی آئے تو انہوں نے کہا الحمد للہ: (پشتو کے الفاظ کہے گئے) ترجمہ: کہ نذر خان کا جو قالین بچھا ہوا ہے اس سے جان چھوٹی۔ نور محمد ترکئی کے بعد حفیظ اللہ امین صاحب آئے، پھر اس کے گن گانے لگے۔ پھر ببرک کارمل آئے، اس کے گن گائے گئے۔ پھر ڈاکٹر نجیب صاحب آئے تو اس کے ساتھ ہو جمالو کے میلے لگتے رہے اور پھر جب ظاہر شاہ آئے تو وہی لوگ جنہوں نے کہا الحمد للہ اس بلا سے جان چھوٹی، سب سے پہلے CNN اور BBC پر نمودار ہوئے کہ welcome ظاہر شاہ۔

میرے اہل علم دوست تو جانتے ہیں، ہم تو زیادہ پڑھے لکھے نہیں ہیں۔ انٹرنیٹ پر باقاعدہ نقشہ چلایا گیا۔ Durand Line کے مسئلے کو اچھالا گیا اور حکمرانان وقت سن لیں کہ یہ نقشہ دبایا نہیں گیا۔ اس کے پس پردہ جو محرکات ہیں ان کو face کرنا ہوگا۔ جئے سندھ تحریک موجود ہے۔ Greater Balochistan کی بات اپنی جگہ ہے۔ سرائیکیوں کے کان میں پھونک مار دی گئی ہے۔

(مداخلت)

Mr. Chairman: Please don't interrupt.

آپ continue کریں جی۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ (ایڈوکیٹ): آپ ذرا سننے کی ہمت پیدا کریں۔

(مداخلت)

Mr. Chairman: Raza sahib, do not interrupt please. Let us maintain the decorum of the House.

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ (ایڈوکیٹ): ہم نے تو اس تھیلی کا ذکر نہیں کیا جس میں 80 لاکھ روپے بھی تھے۔ یہ کس منہ سے آئین اور قانون کی بات کرتے ہیں؟ میں نہیں کہتا کہ ایک، دو ڈویژن میں سیاست کرنے والے پورے ملک کی سیاسیات پر بات کر سکتے ہیں۔ یہاں

اگر ان کے پاس کوئی ثبوت ہے کہ ہمیں اس کی international affairs پر بات ہو رہی ہے۔ قیمت مل چکی ہے تو لائیں۔ ہم کہتے ہیں نہیں ملی ہے، ہم تک پہنچا دیں۔

Mr. Chairman: Please no interruption.

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ (ایڈوکیٹ): تو جہاں تک ایک اسلامی، فلاحی ریاست کی بات تھی united India میں اور جب پاکستان بنا تو بدقسمتی سے آج تک نہ اسلام ہے، نہ social welfare ہے، state بھی آدھی رہ گئی ہے۔ خدا خیر کرے۔ Islamic jurisprudence میں، میرے استاد یہاں بیٹھے ہیں، انہوں نے ہمیں سکھایا ہے کہ Islamic state تو وہ ہے کہ جس سرزمین پر خدا کے بندوں پر خدا کا قانون نافذ ہو۔ ہماری تو ابھی تک Evidence Act اور Criminal Procedure Code اور Negotiable Instrument Act سے جان نہیں چھوٹی ہے۔ Federal Shariat Court کی jurisdiction کیا ہے، سود کے معاملے میں وہ بے بس ہے۔ مذاق بنایا ہوا ہے۔ خود جنرل صاحب فرماتے ہیں کہ پچاس سال سے زیادہ کی تاریخ اور کارکردگی ایسی نہیں کہ ہم سرخرو ہوسکیں۔ ہمارے وزیر خزانہ کے تو امریکہ میں اربوں روپے کے assets ہیں، وہ واپس لائیں تاکہ اس ڈوبتی کشتی کو کچھ سہارا مل سکے۔

ہمارے کچھ دوست ہم پر الزام لگاتے ہیں کہ چھوٹے صوبوں میں talent نہیں ہے، ہم تو نہیں کہتے کہ یہ ٹیکس چور۔۔۔ دن دہاڑے کراچی میں ان کی فیکٹریوں پر چھاپے مارے گئے۔

ایک دفعہ پھر افغانستان کے مسئلے پر بات کرتے ہیں۔ نصیر اللہ بابر ہمارے وزیر داخلہ تھے، گئے، این ایل سی کی گاڑیاں بھر بھر کر گئیں، بظاہر یہ بتایا گیا کہ Central Asia کے لئے بابا کے بوٹ جا رہے ہیں، line clear ہوئی اس کے بعد game کا آغاز ہوا۔

(Interruption)

Mr. Chairman: No, interruption please.

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ (ایڈوکیٹ): ہمارے کچھ دوستوں کو پریشانی ہو رہی ہے۔

(مداخلت)

جناب چیئرمین۔ رضا محمد رضا صاحب! مہربانی کر کے decorum maintain کریں،

interruption بڑے افسوس کی بات ہے۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ (ایڈوکیٹ): جہاں تک nuclear issue کی بات ہے یہ ایک فرد واحد کا مسئلہ نہیں ہے پوری اسلامی دنیا کی بات ہے اور پاکستان کی تو زندگی اور موت کی بات ہے۔ دعوٰی تو یہ کیا گیا تھا کہ ہم گھاس کھائیں گے لیکن اس قوم کے تحفظ کی خاطر nuclear issue پر compromise نہیں کریں گے۔ اس قوم کو پچپن سال تک گھاس تو کھلائی گئی لیکن عجیب بات یہ ہے کہ ہم سے یہ کیوں confessional statements دلوا رہے ہیں۔ سوویٹ یونین کے دھڑام سے گرنے کے بعد تو ان کے ایٹمی سائنسدان کرایوں پر پوری دنیا میں پھرتے رہے ہیں، ٹکے سیر بکتے رہے۔ اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ انہوں نے ان کو یہ ایٹمی ٹیکنالوجی نہیں دی ہے۔ ڈاکٹر قدیر صاحب کے متعلق تو یہ خبر ہے کہ under house arrest ہے لیکن دوسرے بیچارے تو پتا نہیں کس کرب سے گزر رہے ہیں۔ اگر ان کے خلاف کوئی charges ہیں تو ان کے خلاف کھلی عدالتوں میں مقدمات چلائے جائیں۔ ہم ان کی صفائی پیش نہیں کرتے لیکن اتنا ضرور کہتے ہیں یہ ان کا آئینی اور قانونی حق ہے اور اگر ان کے خاندانوں کو ملنے دیا جائے تو اس میں کیا بات ہے۔

پاکستان کے بنانے میں سیاستدانوں کی جو contributions ہیں ان کو تو ان پچپن، چھپن سالوں میں وہ ثمر حاصل نہیں ہوا البتہ بیوروکریسی مزے لوٹتی رہی ہے۔ بیوروکریسی کی پاکستان کے بنانے میں کیا contribution ہے؟ یہ فقط اپنے مفادات کے محافظ ہیں۔

ملک کے اندر operations کے بارے میں parliamentarians تک بے خبر ہیں۔ اس معزز ایوان کو اور شاید قومی اسمبلی کو بھی حالات سے بےخبر رکھا جا رہا ہے۔ جو ٹی وی کی سلائیڈ پر چلا یا پریس سے کچھ ملا، اسی کے مطابق بات ہو رہی ہے۔ بیرونی دنیا کے لوگ ہم سے زیادہ باخبر ہیں۔

ملکی وسائل میں NFC کا award نہیں ہورہا۔ اس کے اندر کیا shares رکھے ہیں، ابھی تک چھوٹے صوبوں کے جو خدشات ہیں، اپنی جگہ موجود ہیں۔ ان پر احسان کیا جا رہا ہے کہ ہم آپ کو overdraft پر چلا رہے ہیں۔ میں اتنی گزارش کروں گا کہ کسی صوبے کو کچھ نہ دیا

جائے، جو ان کے اپنے وسائل ہیں، ان کو اپنے وسائل کے اندر یہ کہہ دیا جائے کہ اب اس سے اپنا گزارہ کرو، extra ہمیں کچھ دو۔ بے شک federation کے چلانے کے لئے، defence کے لئے ان صوبوں سے لیا جائے۔مدات کا ذکر نہیں ہونا چاہیئے کہ ہاؤس کا وقت ضائع ہو گا ورنہ گیس، بجلی، tobacco یا جو minerals ہیں یا oil explorations ہو رہی ہیں یا جہاں--- یہاں oil explorations کے بارے میں میں نے کچھ سوال put up کئے تھے وہ technical reasons کی وجہ سے واپس ہو گئے تھے۔ زیادہ انگریزی سمجھ نہیں آتی اس میں اتنا لکھا تھا---- میری گزارش یہ تھی کہ حکومت کی مجبوری کیا ہے کہ جب پچھلے دنوں نوریز شکور صاحب نے یہاں ہاؤس میں فرمایا کہ خدارا آپ تعاون کیجئے، اتنی بے بسی کیا ہے؟

Law and Order کی situation تو یہ ہے کہ اب تو Prime Minister کا جو area ہے 15 kilometers radius میں national installation کو اڑایا جا رہا ہے اور پرسوں جیکب آباد کی پوری ریلوے لائن کی پٹڑی اکھاڑی گئی ہے، شاید وہ ٹرینیں ابھی تک بند ہیں۔

کراچی کو پوری planning کے ساتھ تباہ کیا گیا ہے۔ اور اس کا الزام بھی MMA پر لگایا جا رہا ہے۔ میرے کراچی کے جو دوست یہاں تشریف فرما ہیں، جب West Wharf کے چوراہے سے ہم شیر شاہ کی طرف چلتے ہیں تو دن کو light کے ساتھ چلنا پڑتا ہے۔ریت اورمٹی اڑتی ہے اور نظر کچھ نہیں آتا، lack of cooperation between local اور جو ہمارا provincial set up ہے۔

میں رانجھا صاحب کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے گزارش کرتا ہوں کہ اس کا حل نکالا جائے۔ مہینہ ڈیڑھ پہلے President Sahib بھی visit کر چکے ہیں لیکن لوگ شاید کچھ اتنے مضبوط ہیں کہ ان کی بات کو بھی وزن نہیں دیا گیا ورنہ تین مہینوں کے اندر اس road کی completion کے order بھی دیئے گئے ہیں۔

جناب چیئرمین: کاکڑ صاحب! وقت کا بھی خیال رکھیں۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ (ایڈوکیٹ): جناب! میں ایک دو گزارشات کے ساتھ ختم کر دوں گا۔ گوادر کے مسئلے پر یہ احسان کیا جا رہا ہے کہ گوادر coastal highway ہے تو کیا

گوادر یا coastal highway پاکستان میں نہیں بن رہی؟ اور کیا جو مرکز کے ذمے ہمارے پیسے ہیں اس سے زیادہ کے projects ہیں؟ Planning تو اب ہو چکی ہے۔ جو billioners ہیں انہوں نے ہزاروں ایکڑ کے پلاٹ خرید لئے ہیں۔ پورے 56 سال تک اس ملک کے وسائل دو صوبوں پر خرچ ہوتے رہے ہیں۔ انصاف کا تقاضا ہے کہ اب 56 سال تک یہ چھوٹے صوبوں پر خرچ کیا جائے تا کہ یہ حساب برابر ہو۔

جناب! services میں ہماری گزارشات پر کوئی دھیان بھی نہیں دیتا۔ یقین جانیں کوئٹہ کے دو بچوں کے لئے ہمیں کل سی بی آر ٹیلیفون کرنا پڑا کہ جناب! test and interview آپ جانیں اور آپ کا کام جانے لیکن short listing میں انہیں یاد رکھیئے۔ وعدہ تو فرمایا ہے لیکن امکان نہیں کہ وہ اس چیز کا خیال رکھیں۔

دینی مدارس کے بارے میں مغربی media کے one sided propaganda کا حکومتی سطح پر توڑ ہونا چاہیئے۔ خود یورپ میں، UK میں لوگ جس speed سے مسلمان ہو رہے ہیں یہ اسلام کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ اسلام میں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ حکومت کے وسائل خود زیادہ ہیں، نہ صرف حکومتی اشخاص ان مدارس کا خفیہ دورہ کرتے رہے ہیں بلکہ American Consulate متعین کراچی بھی تشریف لائے ہیں۔ John F. Bennet کوئٹہ تشریف لائے تھے، کراچی میں دارالعلوم گئے تھے اور بھی جتنے دینی مدارس ہیں لیکن کوئی سراغ نہیں مل سکا۔ بہتر ہے کہ اگر terrorism کی definition Dictionary میں نہیں مل رہی ہے اور یہ لوگ بھی اس کو define نہیں کر سکے ہیں --

جناب چیئرمین: کاکڑ صاحب! اب ختم کیجئے۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ (ایڈوکیٹ): جناب! دو گزارشات یہ ہیں کہ Oil Regulatory Authority کا جو ڈرامہ ہے اس کو ختم کیا جائے۔ تیل سات پیسے فی لٹر کم کیا جاتا ہے اور پندرہ دن کے بعد ستر پیسے فی لٹر بڑھایا جاتا ہے۔ پی ٹی وی کے بارے میں گزارش ہے کہ یہ state owned institution ہے یا ruling party کی جیب سے اس پر پیسے خرچ ہوتے ہیں۔ Coverage کے حساب سے اندر باہر سب سرکار نامدار کی coverage ہو رہی ہے،

اپوزیشن کسی کھاتے میں نہیں ہے۔ اویس لغاری صاحب تشریف لے جا چکے ہیں۔ موبائل کمپنیوں میں roaming کے نام پر جو لوٹ کھسوٹ مچی ہوئی ہے، اب کوئٹہ یا کراچی کے موبائل پر یہاں سترہ روپے فی منٹ roaming charges وصول کر رہے ہیں۔ Regulatory Authority سے ہماری بات ہوئی، انہوں نے کہا کہ یہ clear violation ہے۔ عدلیہ میں انصاف پیسوں سے ملتا ہے۔ اگر اچھا وکیل کیا جائے تو انصاف ملے گا ورنہ اللہ ہی حافظ ہے۔

جناب چیئرمین: کاکڑ صاحب! تشریف رکھیئے۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ (ایڈوکیٹ): جناب چیئرمین! Gas royalty, NFC award, ایک آخری گزارش یہ ہے کہ ------

جناب چیئرمین: جلدی کریں۔

سینیٹر رحمت اللہ کاکڑ (ایڈوکیٹ): جناب چیئرمین! Students Assemblies کی بات ہو رہی ہے۔ خدا خیر کرے، اس بارے میں اگر floor پر بات ہو جائے کہ یہ بھی Local Bodies کی طرح ہے یا پھر یہ parallel assemblies چلیں گی۔ میں آپ کا مشکور ہوں۔

جناب چیئرمین: پروفیسر سعید صدیقی صاحب۔

سینیٹر پروفیسر محمد سعید صدیقی: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین کہ آپ نے مجھے صدر مملکت کے خطاب پر اظہار خیال کا موقع فراہم کیا۔ 17 جنوری 2004 کو صدر مملکت کا خطاب نہ صرف ایک آئینی تقاضا تھا بلکہ اس خطاب کے ذریعے صدر محترم نے ہمیں مستقبل کا road map بھی فراہم کیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ صدر کا خطاب ایک دانشور، مدبر اور statesman کا خطاب تھا۔ اس میں جہاں انہوں نے ملک کو درپیش مشکلات کا ذکر کیا وہاں ان کے حل اور ان سے نجات کا راستہ بھی بتایا۔ صدر مملکت نے جن باتوں کا ذکر فرمایا اور حکومت کو جو لائحہ عمل دیا اس میں خوراک میں خود کفالت، زراعت کے شعبے کی ترقی اور اسکے لیے پانی کی فراہمی اور پانی کی فراہمی کے لیے water reservoir کا بنانا شامل ہے۔ اپنے خطاب میں صدر مملکت نے توانائی کے متبادل ذرائع کی ترقی کا ذکر کیا۔ کیونکہ ہمیں conventional ذرائع سے توانائی مہنگی پڑتی ہے اور کمیاب بھی ہے۔ صدر مملکت نے قدرتی وسائل کو مزید explore کرنے

کی ضرورت پر زور دیا کہ ابھی ہم نے ان تمام وسائل کو دریافت بھی نہیں کیا جو اللہ تعالیٰ نے اس مملکت خداداد ! کو بخشے ہیں۔ صدر مملکت نے جہاں material resources development کی بات کی وہاں human resource development, انسانی وسائل کی ترقی کا بھی اظہار کیا۔ بغیر تعلیم و تربیت ہمارے ملک کے محنت کش اور ذہین عوام اس ملک کی ترقی میں خاطرخواہ حصہ نہیں لے سکتے۔ اس کی ترقی کے لیے ہمیں تعلیم و تربیت پر بھرپور زور دینا چاہیئے تا کہ ہمارے عوام کامیاب شہری بن سکیں اور ملک کی ترقی اور خوشحالی میں اپنا کردار ادا کرسکیں۔ صدر مملکت نے کرپشن اور اقرباء پروری کے خاتمے کا ذکر کیا۔ انہوں نے کہا یہ وہ ناسور ہیں جن کی وجہ سے talent نہیں ابھر رہا ' talent کو اپنا جائز مقام نہیں مل پا رہا۔ قومی اداروں کو مضبوط کرنا اور انہیں خوش اسلوبی سے چلنے کا موقع فراہم کرنا بھی صدر محترم کی ہدایت اور راہنمائی میں شامل ہیں۔

جناب والا! انہوں نے بھرپور انداز میں فرمایا کہ دہشت گردی ' انتہا پسندی کا ہمیں خاتمہ کرنا ہوگا اور ہمیں tolerant society کے طور پر اپنے آپ کو متعارف کرانا ہوگا۔ ہمارے متعلق جو غلط perceptions بیرون دنیا قائم ہیں اس کا تدارک اسی طرح ممکن ہے کہ ہم دہشت گردی کا مقابلہ کریں اور اس کو ختم کریں۔ انتہاپسندی چھوڑیں اور برداشت و تحمل سے کام لیں۔

جناب چیئرمین ! ملکی دفاع کو مضبوط کرنا ' معاشی استحکام ' قرضوں کو کم کرنا' fiscal defecit کم کرنا' export بڑھانا ' زر مبادلہ کے ذخائر میں اضافہ اور revenue بڑھانے پر بھی صدر مملکت کی تقریر میں توجہ دلائی گئی۔ آپ نے فرمایا۔ جمہوری نظام کے استحکام کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ نچلی سطح پر local governments کو بھرپور طریقے سے کام کرنے کا موقع فراہم کیا جائے۔ جہاں صوبائی اور local governments کا ٹکراؤ ہو' تضاد یا clash آئے اس کو ہمیں صحیح طریقے سے rationally حل کرنا چاہیے۔

صدر صاحب نے اپنے خطاب میں human resource development کی بات کی یعنی تعلیم و تربیت کی اور اس حوالے سے میں یہ کہنا چاہوں گا کہ وزیر اعظم جمالی صاحب کی حکومت نے تعلیم و تربیت ' سائنس اور ٹیکنالوجی human resource development کے لئے بجٹ میں خاطرخواہ اضافہ تو کیا لیکن اس کے ثمرات ابھی عوام تک نہیں پہنچ پائے۔ ابھی طلبا' بچے اور

بچیاں اسکول سے دور ہیں ' ابھی اسکول بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں ' ابھی وہی پرانا فرسودہ نصاب تعلیم رائج ہے ' ابھی ایک سے زائد نظام تعلیم چل رہے ہیں اور ابھی تک وہی پرانا گھسا پٹا امتحانی طریقہ رائج ہے ۔ ابھی تک سائنس اور ٹیکنالوجی کی تعلیم جدید خطوط پر نہیں دی جا رہی ' ابھی ہماری سائنس ' انجینئرنگ اور ٹیکنالوجی کے ادارے جدید تجربہ گاہوں سے محروم ہیں۔ ابھی تک Post Secondary Education قومی زبان میں دینے کا بندوبست نہیں کیاگیا اور نصابی کتابیں ابھی قومی زبان میں available نہیں ہیں۔ اس حوالے سے میں یہ کہوں گا کہ کاش ! وزیرتعلیم یہاں موجود ہوتیں اور ان کی توجہ میں اس طرف مبذول کراسکتا کہ وہ جہادی انداز میں crash programme کے طور پر ان معاملات پر توجہ دیں تاکہ ہمارا نظام تعلیم بہتر سمت میں رواں دواں ہوسکے اور اس سے جو طلباء فارغ التحصیل ہو کر نکلیں وہ لائق اور فائق ہوں اور اپنا بھرپور کردار ملک کی ترقی اور خوشحالی میں ادا کرسکیں۔ بحیثیت educationist میں اپنی خدمات رضاکارانہ طور پر وزیرتعلیم کے سپرد کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین ! ہمیں یاد ہے کہ جن حالات میں صدر مشرف صاحب نے اقتدارسنبھالا' ملک میں بدامنی کا دور دورہ تھا' کتنی ممتاز محترم شخصیات کا قتل ہوا' Extra judicial killings ہوئیں' فوجی operation کرایا گیا' کارگل کا واقعہ رونما ہوا ' جمہوری dictatorship قائم ہوئی' آئین میں چند گھنٹوں میں ترامیم کی گئیں' سپریم کورٹ پر حملہ ہوا' چیف جسٹس برطرف کئے گئے' فوج کے دو کمانڈر فارغ کئے گئے۔ عدلیہ سمیت کوئی ادارہ آزادانہ طور پر کام نہیں کر رہا تھا' ملک default کے دہانے پر تھا جبکہ اس وقت صورتحال برعکس ہے' ملک میں سیاسی' معاشی اور داخلی استحکام ہے' تمام ادارے آزادانہ طور پر کام کر رہے ہیں' صدر اور وزیراعظم کے درمیان خوشگوار working relationship قائم ہے ۔

جناب چیئرمین ! اگر ہم گزشتہ چار سالوں کا' تین سال فوجی حکومت اور ایک سال جمہوری حکومت کی کارکردگی کا نیک نیتی سے جائزہ لیں تو اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ ملک میں داخلی اور خارجی تمام معاملات میں بہتری آئی ہے۔ صدر محترم نے وقت مقررہ پر انتخابات کراکر حکومت اور اقتدار منتخب نمائندوں کو منتقل کیا۔ Local Government Election کرائے اور نچلی سطح پر بھی منتخب نمائندے عوام کی خدمت میں مصروف ہیں۔ شرافت' برداشت اور ایمانداری کی سیاست

کو رواج دیا۔ کسی کے خلاف جھوٹے مقدمات قائم نہیں کئے، جیلوں میں نہیں ڈالا اور کسی کے خلاف scandle نہیں بنوائے۔ اظہار رائے کی آزادی دی، press and media آزاد ہے، وہ جو چاہے شائع کر سکتا ہے اور دکھا سکتا ہے، کوئی press advice یا censorship عائد نہیں۔ electronic media ہو یا print media سب آزادی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ معاشی حالات بہتر ہوئے، زرمبادلہ کے ذخائر میں اضافہ ہوا، قرضوں کی ادائیگی وقت سے پہلے ہو رہی ہے اور قرض ختم کرنے کی تدابیر پر غور کیا جا رہا ہے اور انشاء اللہ جلد ہی اس پر عمل در آمد ہو گا۔

جناب چیئرمین! صدر محترم پرویز مشرف کے بروقت اور صحیح فیصلوں نے ملک کو بہت ساری مشکلات سے نکال لیا، بچا لیا، محفوظ کر لیا۔ جو فیصلے انہوں نے کیے اگر اس کے برعکس ہوتے تو پھر ہمارے ملک کا انجام افغانستان یا عراق سے مختلف نہ ہوتا۔ خارجی محاذ پر صدر محترم نے ہندوستان کو کشمیر اور تمام متنازعہ امور پر بات چیت کے لئے آمادہ کیا۔ آپ کو یاد ہو گا کہ ہندوستان ہمیشہ یہ کہتا رہا کہ کشمیر اس کا اٹوٹ انگ ہے، اس پر بات نہیں ہوسکتی۔ لیکن اب صورتحال اس سے بالکل مختلف ہے کہ ہندوستان کشمیر سمیت تمام امور پر composite dialogue کے لئے آمادہ ہے اور جس پر کہ dialogue جاری ہیں، process جاری ہے اور انشاء اللہ یہ بھی اپنے انجام تک پہنچے گا۔ صدر پرویز مشرف صاحب نے Atomic proliferation کو روکنے کے لئے Command Authority 2002 میں بنائی اور اس کے بعد سے یہ مصدقہ ہے کہ کسی بھی individual نے کوئی ہمت یا کوشش نہیں کی کہ وہ ایٹمی proliferation کی طرف جاتا۔ اس سے قبل اگر کسی individual یا چند افراد نے اپنے مفادات کی خاطر اس ٹیکنالوجی کو export کیا، دیگر ممالک کو فراہم کیا، چاہے وہ services کے form میں ہوں یا وہ plans کے form میں ہوں، چاہے وہ parts کے form میں ہوں، اس کے وہ خود ذمہ دار ہیں۔ اس میں ہماری مملکت، ہماری حکومت کبھی ملوث نہیں رہی۔ ہمارا یہ موقف ساری دنیا تسلیم کر چکی ہے۔

جناب چیئرمین! ایک سال تک صدر کے خطاب کا مطالبہ کیا جاتا رہا کہ ایوان کے مشترکہ اجلاس سے خطاب ایک آئینی ضرورت ہے۔ تو جب یہ خطاب ہوا تو سب نے دیکھا کہ اس کا بائیکاٹ کیا گیا، احتجاج کیا گیا اور نعرہ بازی کی گئی۔ اب اسی خطاب پر ہمارے دوسری طرف بیٹھے ہوئے

ساتھی بحث بھی کر رہے ہیں۔

Mr. Chairman: Please try to conclude.

سینیٹر پروفیسر محمد سعید صدیقی : تو میں یہاں کہنا چاہوں گا کہ تنقید اگر اصلاح کے لئے ہو تو اس کو قبول کرنا چاہیئے اور اصلاح لینی چاہیئے لیکن اگر تنقید برائے تنقید ہو تو اس کو دماغ کے خلل کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے؟ لہذا، ہمیں اسے چھوڑنا چاہیئے اور ہمیں اپنی تمام تر صلاحیتوں اور حکمت عملی سے قومی مفادات اور قومی مقاصد کے حصول اور فروغ کے لئے کوشش کرنی چاہیئے تاکہ ہم پاکستان کو ایک moderate, ترقی یافتہ، روشن خیال اور فلاحی اسلامی ریاست بنا سکیں۔ یہ جب ہی ممکن ہے جب ہم اپنے ذاتی، گروہی اور پارٹی level سے ہٹ کر، پارٹی مفادات ختم کر کے اور پس پشت ڈال کر قومی مفادات کے لئے کام کریں۔ شکریہ جناب چیئرمین۔

جناب چیئرمین: سید سجاد بخاری صاحب۔

سینیٹر سید سجاد حسین بخاری : بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا۔ میری خواہش تھی کہ کاش اس ایوان میں وہ تمام ساتھی موجود ہوتے جو اس سے پہلے تقاریر کر چکے ہیں۔ خاص طور پر خود Prime Minister جمالی صاحب، کیونکہ ان سے متعلق بھی مجھے کچھ بات کرنی تھی لیکن بہرحال جو بھی موقع ملا میں اس کے لئے شکر گزار ہوں۔

جناب چیئرمین! آج ہم صدر کے خطاب پر بحث کر رہے ہیں۔ اس صدر کے خطاب پر جنہوں نے بندوق کے زور پر اقتدار پر قبضہ کیا اور پھر بندوق کے زور پر ہی اپنی صدارت کو آئینی اور قانونی حیثیت دینے کی کوشش کی۔ اس صدر کے خطاب سے متعلق جنہوں نے اس ایوان کے اراکین کو uncivilized کہا اور اصرار کے باوجود اور قانونی ضرورت کے باوجود ایک برس تک خطاب نہیں کیا۔ جب ان کے بقول یہاں پر حکومتی ممبران نے ایک term use کی تھی، indirect opposition کے ساتھ بات چیت ہو گئی بلکہ من پسند اپوزیشن کے ساتھ بات ہو گئی، ایک معاہدہ طے پا گیا تو پھر انہوں نے اس ایوان سے خطاب کرنے کا موقع جانا اور خطاب بھی

اس انداز میں کیا' کوشش یہ کی کہ اپوزیشن کے ارکان کم سے کم تعداد میں ایوان کے اندر موجود ہوں۔اس کے لئے تمام انتظامات کئے گئے' list check کی گئی کہ کتنے opposition کے اراکین بیرونی ممالک میں ہیں یا چھٹی پر ہیں اور جو یہاں موجود تھے' ان کی flights کو divert کیا گیا۔ یہ لوگ اس وقت اسلام آباد پہنچ سکے جب صدر صاحب کا خطاب ختم ہو چکا تھا۔

جناب والا! بہرحال میں ان کی تقریر کے حوالے سے چند باتیں کروں گا۔ انہوں نے اپنے خطاب کے شروع میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور کہا کہ میں نے قوم سے کئے گئے تمام وعدے پورے کر دیئے ہیں۔ میرے ایک ساتھی جناب فرحت اللہ بابر صاحب نے ان کے وعدوں اور ان کے ایفا ہونے کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے ۔ میں ان کے صرف دو وعدوں کا اس حوالے سے اضافہ کروں گا۔ جب وہ برسر اقتدار آئے تو انہوں نے کہا تھا کہ ہم سیاست سے گندگی کو دور کریں گے اور corruption and nepotism کو جڑ سے اکھاڑ دیں گے۔ ان وعدوں کی حقیقت کیا' آپ سب جانتے ہیں۔ میں تفصیلات میں نہیں جاؤں گا' صرف اتنا عرض کروں گا کہ corruption اور nepotism اس انتہا تک پہنچی کہ وہ لوگ جنہیں جیلوں میں ہونا چاہیے تھا' اعلیٰ ایوانوں میں براجمان ہو گئے۔ اس میں خود اس حکومت کے سربراہ' وزیر اعظم جمالی شامل ہیں' ان کے خلا corruption کا ایک کیس-PLD/2001, Quetta-10 Zafar Ullah Jamali بنام Estate ابھی تک pending ہے۔ یہ Kutch Flour Mills تربت کے حوالے سے ہے۔ جناب چیئرمین! اس کیس میں Food Inspector سے لے کر سیکرٹری تک' سب کو سزا ہو چکی ہے۔ صرف جمالی صاحب کو اس لئے بچا لیا گیا کہ انہیں ملک کا وزیر اعظم بنانا تھا۔ تو یہ انتہا ہے corruption اور nepotism کی۔ انہیں ختم کرنے کے بارے میں بھی جنرل پرویز مشرف کا ایک دعویٰ تھا۔ میں مزید detail میں نہیں جاؤں گا۔ صرف اتنا کہوں گا کہ اتنی corruption اور nepotism ہوئی ہے کہ اس پر کئی گھنٹے بات کی جا سکتی ہے اور کئی کتابیں اس پر لکھی جا سکتی ہیں۔

جناب والا! میں ان فاضل اراکین سینیٹ سے یہ بات کروں گا جو بلاوجہ حقائق کو دیکھے بغیر ان کے گن گا رہے ہیں کہ

اتنی نہ بڑھا پاکیٔ داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ' ذرا بند قبا دیکھ

اس وقت ڈاکٹر خالد رانجھا صاحب موجود نہیں ہیں۔ انہوں نے ایک بڑی اچھی بات کہی

ہے کہ corruption اور nepotism سے بھی زیادہ ایک خطرناک بات ہے اور یہ خوشامد ہے۔ انہوں نے کہا کہ اصل اور اہم بات رویہ کی ہے۔ انہوں نے ایک حوالہ دیا ہے اور کہا ہے کہ اگر opposition کے لوگ کوے کو کالا کہنے کی بجائے سفید کہنا شروع کریں تو یہ رویہ نقصان دہ ہے۔ میں بھی اسی حوالے سے یہ بات کروں گا کہ اگر حکومتی اراکین کسی کے حکم پر کوے کو سفید کہنا شروع کر دیں تو یہ رویہ بھی انتہائی خطرناک ہے ۔ رویہ کے متعلق عرض ہے کہ اگر ملکی مفاد کو بالائے طاق رکھ کر رویہ یہ ہو جائے کہ

آ ہی گئے ہیں شہر میں جب سیر کے لئے
ہم کیوں نہ کام کا کوئی سودا خرید لیں
اب ہم بھی سوچتے ہیں کہ بازار گرم ہے
اپنا ضمیر بیچ کر دنیا خرید لیں

اگر یہ رویے ہوں گے تو ملک کی بہتری کے لئے ہم قطعاً کچھ نہیں کر سکتے۔جناب صدر نے اپنی تقریر میں یہ بات کہی تھی کہ ہمیں انتہا پسندی کے خلاف کام کرنا چاہیے ۔ جناب چیئرمین ! انتہا پسندی کی کئی قسمیں ہیں۔ یہ بھی ایک بہت بڑی انتہا پسندی ہے کہ ایک شخص ایک بات پر ضد کرے اور اس ضد پر ڈٹا رہے، خواہ پوری قوم کا بیڑا غرق ہو جائے اور وہ یہ کہے کہ میری ضد پوری ہوگی۔ مجھے یاد ہے اور آپ سب کو بھی یاد ہوگا کہ جب جنرل پرویز مشرف کا ایم ایم اے کے ساتھ معاہدہ ہوا تھا تو انہوں نے پاکستان ٹیلیویژن پر قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ یہ جو معاہدہ ہوا ہے ' یہ کسی شخص کی فتح یا شکست نہیں ہے۔ یہ جمہوریت کی فتح ہے، یہ قوم کی فتح ہے۔ میں ان سے سوال کرنا چاہتا ہوں کہ اس فتح سے قوم کو کس نے ایک سال تک روک رکھا تھا، اس شکست سے اس قوم کو کس نے ایک برس تک دو چار کر رکھا تھا اور جب ان کی ضد پوری ہوگئی تو اس کے بعد انہوں نے مناسب سمجھا کہ وہ سینیٹ کے ارکان کو یا نیشنل اسمبلی کے ارکان کو معزز کہنے لگے ۔ پہلے ان کا رویہ مختلف تھا تو یہ انتہا پسندی بھی اس ملک کے لیے انتہائی نقصان دہ ہے ۔ اس کے علاوہ اسی انتہا پسندی کے حوالے سے اور ذاتی دشمنی کے

حوالے سے یا سیاست میں دیواریں کھینچنے کے حوالے سے میں بات کروں گا کہ اگر محترمہ بے نظیر بھٹو یہ کہیں کہ جیش محمد اور لشکر طیبہ پر پابندی لگائیں' یہ قوم کے مفاد میں ہے۔ تو ان کی ریڈیو ' ٹیلیویژن اور اخبارات میں character assassination کی جائے۔ بے نظیر بھٹو نے تو صرف دو تنظیموں پر پابندی کا کہا تھا لیکن پھر بعد میں کسی کی dictation پر انہوں نے چھ تنظیموں پر پابندی لگا دی۔ مگر فرق یہ ہوا کہ اگر اپنی قوم کی لیڈر کی بات سنتے تو اس سے قوم کا فائدہ ہوتا لیکن افسوس کہ انہوں نے dictation کے طور پر اس بات کو قبول کیا ۔ اپنے ملک کی لیڈر کو accept نہیں کیا اور آج بھی میں آپ سے عرض کروں گا کہ جو باتیں بے نظیر بھٹو کہہ رہی ہیں' indirectly یہ اس پر عمل بھی کر رہے ہیں لیکن ان کو مانتے نہیں ہیں اور اس کے حوالے سے ان کی character assassination کرتے ہیں۔ کل وقت آئے گا میں اس ایوان کو گواہ بنا کر کہہ رہا ہوں کہ انشاء اللہ یہ حکومت ان کی ہر بات پر عمل کرے گی کیونکہ ان کی باتیں ملک کے مفاد میں ہیں اور پھر فرق صرف یہی ہوگا کہ اگر وقت سے پہلے اپنی leadership کی wisdom کو استعمال کر لیا جائے تو ملک کو اس سے فائدہ ہو جاتا ہے لیکن اگر اپنے leaders کو آپ own نہ کریں اور غیروں کے اشاروں پر چلیں تو اس سے بڑی بدقسمتی کسی ملک کی نہیں ہوتی ۔

جناب والا! ابھی حقیقی جمہوریت کی بات ہوئی' اب حقیقی جمہوریت کی حقیقت کیا ہے ؟ آپ سب جانتے ہیں کہ اس حقیقی جمہوریت کو دنیا میں اب تک کسی نے تسلیم نہیں کیا ۔ پاکستان میں بھی سوائے حکومتی ارکان کے جن کے مفاد ات وابستہ ہیں اگر ان کے بھی دل پر ہاتھ رکھ کر پوچھا جائے کہ یہ حقیقی جمہوریت ہے تو شاید وہ گواہی نہ دے سکیں ۔ میں Common Wealth, European Union اور خود یہ جن کے حلیف ہیں ' جن کی dictation پر عمل کرتے ہیں ' امریکہ کے State Department نے بھی جو latest report شائع کی' اس میں انہوں نے پاکستان میں حقیقی جمہوریت کی بحالی کو reject کیا ہے۔ پارلیمنٹ کی موجودگی میں فرد واحد فیصلہ کر رہا ہے' یہ کیسی جمہوریت ہے ؟ Prime Minister Parliamentary System of Government میں Chief Executive ہوتے ہیں اور پاکستان کا Constitution پاکستان میں Parliamentary System of Government کی guarantee

یہاں کیا صورت حال ہے کہ President's is supermacy over the Prime Minister, but Prime Minister جس کی Cabinet کا ایک Minister جس کو Defence Minister کہتے ہیں، اس کے ماتحت پھر ایک Secretary Defence ہوتا ہے پھر اس کے ماتحت Chief of Army Staff ہوتا ہے لیکن ہمارے Prime Minister, Chief of Army Staff کو اپنا boss کہتے ہیں۔ یہ تو حقیقی جمہوریت کی حقیقت ہے۔ حقیقی جمہوریت میں جو کچھ لوگوں کی شہری آزادیاں ہوتی ہیں، جو ان کے حقوق ہوتے ہیں، Fundamental Rights کا جس طرح جنازہ نکالا گیا ہے، ابھی کل کی بات ہے، پونم کے لیڈروں کے ساتھ جو کچھ ہوا، جو کچھ آصف علی زرداری کے ساتھ ہو رہا ہے، جو کچھ جاوید ہاشمی کے ساتھ ہو رہا ہے، مجھے فیض احمد فیض کا شعر یاد آ رہا ہے

نثار میں تیری گلیوں کے اے وطن کہ جہاں
چلی ہے رسم کوئی نہ سر اٹھا کر چلے
جو کوئی چاہنے والا طواف کو نکلے
نظر چرا کے چلے جسم و جاں بچا کے چلے

ایک بات جس کا مجھے پوری تقریر پڑھنے کے بعد بہت شدت کے ساتھ احساس ہوا اور افسوس ہوا کہ صدر نے قائد اعظم کی ایک quotation یہاں پر دی ہے۔ کاش! وہ قائد اعظم کے باقی ارشادات پر بھی نظر رکھیں، کاش! وہ quotation بھی دیتے کہ جس میں قائد اعظم نے یہ فرمایا تھا کہ پاکستان میں فوج کا حکومت میں عمل دخل کبھی نہیں ہوگا اور پاکستان بنا ہے عوام کی حکمرانی کے لئے، فوج کی حکمرانی کے لئے نہیں بنا اور پھر سب سے بڑی بات جس کو میں expect کر رہا تھا کہ کوئی شخص یہ بات کرے گا کہ اس ملک میں، جیسے ڈاکٹر رانجھا صاحب نے کہا کہ Order of the Day کیا ہے اور solution کیا ہے ہماری problems کا، تو اس پر بات نہیں کی گئی۔ وہ solution جو ہے وہ unity of the nation ہے۔ Unity پر انہوں نے کوئی بات نہیں کی۔ اس وقت ملک جن crisis کا شکار ہے اس میں پورے ملک کی سیاسی قیادت اور عوام کو ساتھ لیکر چلنے کی ضرورت ہے، unity قائم کرنے کی ضرورت ہے، ورنہ الگ الگ تو شاید ہم سب مارے جائیں۔ میں اس ایوان کی وساطت سے یہ مطالبہ کروں گا کہ پاکستان کی مقبول ترین basic identity محترمہ بے نظیر بھٹو اور نواز شریف کو واپس پاکستان آنے کا موقع دیا جائے۔ ایک اور

بات پرویز مشرف صاحب نے کہی کہ ہم نے -----

Mr. Chairman: Please keep the timing in mind.

سینیٹر سید سجاد حسین بخاری: صرف ایک منٹ لونگا۔ جنرل مشرف صاحب نے کہا کہ ہم نے جو جمہوریت قائم کی اور جو checks and balances کا نظام قائم کیا اس کا مقصد یہ ہے کہ ملک میں پھر کبھی مارشل لاء نہ لگے۔ جناب چیئرمین! میں سوال کروں گا کہ مارشل لاء اٹھے گا تو پھر نیا مارشل لاء لگے گا۔ جب مارشل لاء کو دائمی حیثیت دے دی گئی ہے، جب مارشل لاء کو مستقل کر دیا گیا ہے تو پھر نئے مارشل لاء کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اجتماعی فیصلے کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم اپنی ذات سے بالاتر ہو کر اس ملک کے مفاد میں اس قوم کی بہتری میں کام کر سکیں۔ شکریہ

Mr. Chairman : Mr. Mushahid Hussain , Mr. Kamil Ali Agha.

صرف ایک سپیکر آج کا جناب لطیف انصاری۔

سینیٹر عبداللطیف انصاری: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب چیئرمین صاحب! میں آپ کا بہت ہی مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے یہ موقع دیا کہ اپنے خیالات کا اظہار کروں۔ مجھ سے پیشتر میرے بہت سے مقرر حضرات نے بڑے مدبرانہ دلائل پر مبنی تقریریں کی ہیں۔ میں بھی چند خیالات کا اظہار کروں گا۔ جہاں تک صدر صاحب کی تقریر کا حوالہ دیا جا رہا ہے میں سمجھتا ہوں کہجو آج ہمارے ملک کے حالات ہیں اورجن حالات سے ملک دوچار ہے اور جن کی نشاندہی صدر صاحبنے کی ہے، وہ خود ان کی اپنی پیداوار ہیں۔ یہ حالات انہی کے دور میں، اسی دوران ہی ہوئے جو انہوں نے بیان کئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس حکومت نے سب سے زیادہ یہ credit لینے کی کوششکی ہے کہ اقتصادی حالات بہت ہی بہتر کئے ہیں اور معاشی حالات بہت بہتر کئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ قومی خزانے میں پیسہ بھی آ گیا ہے، اور ہمارے reserves بھی تو بھرے ہوئے ہیں لیکن یہ ان کو credit نہیں ہے، 9/11 کے بعد جو حالات پیدا ہوئے اس کی وجہ سے پاکستان کے جو شہری باہر تھے انہوں نے پیسے بھیجے، ہمارے قومی خزانے میں پیسے تو آئے لیکن وہ پیسے کس کام کے۔ ہمارے ملک کے اندر آپ نے وہ سکیمیں شروع کی ہیں جن سے چند لوگوں کو

فائدہ ہو رہا ہے اس سے عام لوگوں کو کوئی فائدہ نہیں ہو رہا ہے، آپ نے interest rate ملک کا کم کیا ہوا ہے۔ اس interest rate سے کس کو فائدہ پہنچا ہے چند لوگوں کو فائدہ پہنچا ہے۔ Interest rate کم ہونے سے مقصد یہی تھا کہ اس ملک میں خوشحالی آئے گی، اس ملک میں Investment ہو گی، اس ملک میں industries لگیں گی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ نہ کوئی Investment ہوئی ہے نہ کوئی industries لگی ہیں۔ یہ interest rate کم کرنے سے ملک کے کروڑوں لوگ، غریب لوگ، سفید پوش لوگ گورنمنٹ کے ملازم ہوں یا retired ہوں، ان کے پیسے Saving Certificate میں لگے ہوئے تھے۔ اس وقت منافع 14% کے قریب تھا لیکن آج یہ حکومت اس منافع کو پانچ اور چھ فیصد پر لے آئی ہے۔ آج وہ لوگ جن کا گزارہ اسی بات پر تھا، وہ پریشان ہیں۔ ان میں تنگ دستی ہے۔ وہ مشکل حال میں ہیں ہم یہ کہتے ہیں کہ اس ملک میں خوشحالی نہیں آئی ہے۔ خوشحالی وہ ہوتی ہے جو ملک کے عام لوگوں کو نظر آئے۔ ملک کے لوگ محسوس کریں کہ ہمارے ساتھ انصاف ہو رہا ہے، ہمارے ملک میں جو حالات ہیں وہ ہماری بہتری کے لئے ہو رہے ہیں لیکن یہاں پر تو تنگدستی ہے، فاقہ کشی ہے، فاقہ کی وجہ سے لوگ خودکشی کر رہے ہیں۔ یہ کونسا نظام ہے، یہ کونسا طریقہ ہے، ہم گاتے رہے کہ ہم خوشحالی لے آئے ہیں، آپ ان لوگوں سے پوچھیں، آپ ان ماؤں سے پوچھیں جن کے بچے خودکشی کرتے ہیں۔ مائیں اپنے بچوں کو کھانا نہیں دے سکتیں، ترقی ان کے کس کام کی۔ وہ حالات کس کام کے جن سے عام لوگوں کو کوئی سہولت میسر نہ ہو۔ میں یہاں پر عرض کروں گا، آپ نے یہاں پر بیان کیا کہ ہم نے حالات بہتر کئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس ملک کے اندر سب سے زیادہ جو ضرب لگائی گئی ہے، جو دھجیاں اڑائی گئی ہیں وہ provincial autonomy کی ہیں۔ provincial autonomy کے اندر جو حقوق غصب کئے گئے ہیں، سندھ کے لوگوں کے، چھوٹے لوگوں کے وہ آپ کے سامنے ہیں۔ میں یہاں پر صرف یہ عرض کروں گا کہ سندھ گورنمنٹ نے کالا باغ ڈیم کے اوپر اور تھل کینال کے خلاف متفقہ resolution پاس کئے تھے لیکن اس کے باوجود ہماری فیڈرل گورنمنٹ اس بات کے اوپر بضد ہے کہ ہم اس کو بنا کر رہیں گے۔ کہاں گئی آپ کی provincial autonomy کہاں گئے آپ کے وہ اصول، جب ایک provincial assembly ایک چیز کو پاس کرتی ہے تو اس کو اس طریقے سے دھکیل دیا جاتا ہے۔ آپ کی

سندھ کیبنٹ توعوام کے لیے ایک مذاق بنی ہوئی ہے۔وزیر آپس میں الجھے ہوئے ہیں، لڑے ہوئے ہیں۔ ان کو منانے کے لئے آپ جتنی بھی کوشش کریں لیکن فاصلہ کم نہیں ہوگا۔ اس لئے کم نہیں ہوگا کہ وہاں پر اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کیا گیا ہے۔ اکثریت پیپلز پارٹی کی تھی، اس پیپلز پارٹی کو اقلیت میں زبردستی تبدیل کیا گیا ہے۔ لوگوں کے جو حقوق ہیں، لوگوں کی جو تمنائیں تھیں، وہ وہاں کے elected ممبرز کے ساتھ تھیں۔ وہاں پر پیپلز پارٹی حکومت بناتی۔ لیکن ان کو یہ پسند نہیں تھا۔ جناب والا! پیپلز پارٹی ایک واحد پارٹی ہے جو پورے ملک کے اندر عام لوگوں میں مقبول ہے۔ اس پارٹی کو ختم کرنے کے لئے 1977 سے لے کر اب تک کاری ضربیں لگائی جا رہی ہیں۔ وہ پارٹی کے اوپر ضرب نہیں لگا رہے ہیں، وہ پاکستان کی وحدانیت پر ضرب لگا رہے ہیں۔ وہ پاکستان کی حمایت نہیں کر رہے ہیں وہ پاکستان کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ آج تو ہمارے صدر صاحب کو یاد آیا کہ ہماری نیوکلیئر ٹیکنالوجی کے بانی ذوالفقار علی بھٹو تھے۔ ان کو یہ یاد نہیں آیا کہ اس نے اس ملک کے غریب اور معصوم لوگوں کے لئے کیا جدوجہد کی۔ کیا پروگرام دیا۔ مجھے وہ دن یاد ہے کہ جب 77 میں بحیثیت سینیٹر، ایک کارکن کی حیثیت سے جب میں ان کے سامنے بیٹھا ہوا تھا تو وہ اس ملک کے غریب غیور لوگوں کے لئے بیان کر رہے تھے کہ میں چاہتا تو ہوں کہ اس ملک کے لوگوں میں خوشحالی آئے، عام لوگوں کو انصاف ملے لیکن اس وقت کے حالات اس طریقے کے تھے کہ وہ صرف اپنے جذبات کا اظہار کر سکتے تھے۔ اس بات کے اظہار کے لئے ان کے آنسو آنکھوں میں بھر آئے، میرے سامنے اس نے آنکھوں سے آنسو تو نہیں گرائے لیکن آنسو پی لیے۔ میں عرض کروں گا وہ محسن جس نے اس ملک کی بقاء کے لئے جو کام کئے، ملک کی خوشحالی کے لئے جو کام کیا، نیوکلیئر ٹیکنالوجی لے آیا۔ آج تو یہ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ ہمارے ہیرو تھے، رہبر تھے لیکن نسیم حسن شاہ جو ان چار ججوں میں تھے، جن ججوں نے ذوالفقار علی بھٹو کو پھانسی کا آرڈر دیا۔ اگر اس وقت نسیم حسن شاہ کا ضمیر جاگتا تو شاید اور فیصلہ دیتا۔ تین اس کے حق میں ہوتے، چار اس کی مخالفت میں ہوتے۔ لیکن یہ مذاق پچاس برس سے پاکستان کے غیور اور غریب لوگوں کے ساتھ ہو رہا ہے۔ جو ان کی نمائندگی کرتے ہیں، جو ان کے حقوق کے لئے لڑتے ہیں ان کے ساتھ یہ ناانصافی اور ظلم ہوتا رہتا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس سے کوئی حالات بہتر ہوں گے۔ دن بدن حالات خراب ہوتے جائیں گے۔ میں یہاں پر صرف یہ

عرض کروں گا ' ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ تبارک الذی بیدہ الملک و ھو علی کل شی قدیر- پوری کائنات کا مالک رب العزت ہے۔ وہی مالک ہے اس دنیا کا۔ یہاں پر تو صرف ان کے نمائندے ہیں۔ یہاں پر جب ہم کہتے ہیں کہ یہ اسلامی مملکت پاکستان ہے تو اسلامی مملکت پاکستان میں قانون بھی اسلامی ہونا چاہیئے۔ اگر فرد واحد کو اختیارات ملتے ہیں تو اس سے ذمہ داریاں اور زیادہ بڑی اور بھاری ہوتی ہیں۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے' فرماتے ہیں کہ ایک کی بات سن کر کوئی فیصلہ نہ کرو۔ اگر سو مجرم بھی چھوٹ جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے لیکن کسی بیگناہ کو سزا نہ دو۔ یہاں پر آپ نے کیا دیکھا ہے کہ پنجاب کے ایک MPA نے آواز اٹھائی' اس نے بات کی تو اس کے ساتھ کیا حشر ہوا۔ آج جب ہم کہتے ہیں کہ انصاف ہوگا' انصاف کی بالادستی ہوگی تو آصف علی زرداری کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ آصف علی زرداری نے کون سا جرم کیاہے؟ ملک کی تمام عدالتوں نے' سب lourts نے اس کی ضمانت لی ہے لیکن اس کے باوجود اس کو نہیں چھوڑا جا رہا۔ اس طریقے سے ناانصافی اورظلم ہوتا رہے گا تو کون اس قانون پر اعتماد کرے گا؟ کون لوگ اس میں بہتری پیدا کریں گے؟ 'مجھے یاد ہے کہ 1960 کے اوائل میں عبدالمجید افغانی ایک بہت بڑے مقرر ہوتے تھے' انہوں نے حیدرآباد میں تقریر کی۔ جس میں ایوب خان کے لیے بڑے تاریخی جملے کہے تھے۔ " ایوب خان' وردی اتارکرسوٹ پہننے سے سیاستدان نہیں بن جاتاہے۔ سیاستدان بننے کے لیے پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں"۔ میں عرض کروں گا کہ ہماری nuclear technology کے issue پر ملک میں کوئی سیاستدان ہوتا تو یہ فیصلہ نہ کرتا' یہ حالات' یہ مشکلات پیدا نہ ہوتیں۔ یہ اس ذہن کی پیداوار ہے جس کی وجہ سے---- میرے دوست نے کہا کہ چھ تاریخ کو قاضی صاحب نے ہڑتال کی کال دی تھی' وہ کہاں گئی؟ میں کہتا ہوں کہ اگر آپ چار فروری کو ڈاکٹر قدیر کو ٹی وی پر نہ لاتے اور پانچ تاریخ کو صدر صاحب press briefing نہ کرتے تو چھ تاریخ کو آسمان نہ گر پڑتا' زمین نہ ٹوٹ پڑتی۔ یہی بات ہے کہ آپ نے اسے روکنے کا جو فیصلہ کیا وہ غلط کیا۔ آپ کے سامنے صرف یہ چیز تھی کہ کس طریقے سے ان حالات کو روکا جائے۔ آپ نے یہ نہیں سوچا کہ اس سے ہمارے ملک کے حالات کتنے بگڑیں گے' کتنے خراب ہوں گے۔ آپ کا یہ فیصلہ درست نہیں تھا۔میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ میرے صدر صاحب تو سوٹ میں بھی ہیں اور وردی میں بھی۔ آج صدر مشرف دوکشتیوں پرسوار ہیں اور وہ خودیہ فرماتے ہیں'

17th Amendment سے پہلے فرمایا تھا کہ اگر میں date دے دوں گا تو پھر سے گنتی شروع ہو جائے گی۔ لیکن آج گنتی تو دو طرف سے شروع ہو گئی۔ جو real Chief Executive بننا چاہتے ہیں وہ تو کہتے ہیں ساٹھ دن گئے ، ستر دن گئے ، باقی 290 دن رہ گئے ہیں ، اس کے بعد میں real Chief Executive بن جاؤں گا۔ جو آنے والا چیف آف سٹاف ہے وہ انتظار میں بیٹھا ہوا ہے۔ وہ بھی دن گن رہا ہے لیکن میں تو صرف یہی دعا کروں گا کہ اے خدا میرے پاکستان کو ہر تکلیف سے ، ہر مشکل سے ، تمام محرومیوں سے محفوظ رکھ اور یہ کہ اس ملک کے اندر حق اور انصاف کی بات ہو۔ ہر ایک کو انصاف ملے۔ یہی حقوق اللہ ہیں اور یہ بات حقوق العباد میں بھی شمار ہوتی ہے۔ السلام علیکم۔

Mr. Chairman: I think we will now conclude today's session or you want to continue it? Insha Allah we will reconvene on Friday morning at 10.00 a.m. then we will disperse again at 12.00 noon and then reconvene from 3.00 p.m. to 5.00 p.m. in the evening. The House is adjourned to meet again at 10.00 a.m. on Friday morning, thank you.

سبحان ربک رب العزت عما یصفون و سلام علی المرسلین۔

[The House was then adjourned to meet again at ten of the clock in the morning on Friday, the 27th February, 2004]